هٰذا بیان للنّاس وھدی وموعظۃ للمتقین

نصیحت

مولانا محمد اسماعیل سلفی

نعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ
اردو بازار لاہور

مولانا محمد اسماعیل سلفی

نام کتاب نصیحت

نام مصنف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی

تصحیح وتہذیب مولانا محمد چوہدری

طابع بشیر احمد نعمانی

ناشر نعمانی کتب خانہ، لاہور

تعداد ایک ہزار

تاریخِ اشاعت مارچ ۱۹۹۶ء

صفحات ۱۵۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصدیر

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تقسیمِ ہند سے قبل "دعوت کی مرکزیت کا سہرا آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کے سر تھا۔ جس کی تاسیس سالارِ قافلہ حضرت استاذ الاساتذہ مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری اور حضرت الامام مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی رحمہما اللہ نے فرمائی۔ اور جس کی قیادت حضرت مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ اور حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری فرماتے رہے۔"

۱۹۴۷ء میں تقسیمِ ہند سے پاکستان معرضِ وجود میں آیا مسلمان خون کے بحرِ زخار میں گذر کر پاکستان کے دارالامن میں داخل ہوئے۔ اس انتقال مکانی کے دوران سکھوں نے ہندوؤں کے آلہ کار کے طور پر مسلمانوں کے خون سے خوب خوب ہولی کھیلی اور ان کے ظلم و ستم سے انسانیت سرنگوں ہو گئی۔ جماعت کا نظم درہم برہم ہو گیا۔ لوگ بکھر گئے ایک دوسرے سے رابطہ منقطع ہو گیا ۱۹۴۸ء میں کچھ حالات رو باصلاح ہوئے تو حضرت مولانا محمد داؤد صاحب غزنوی کی قیادت میں جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ جماعتی نظم کی طرف پہلا اقدام تھا۔

اہلحدیث کون ہیں

"اہلحدیث نہ کوئی فرقہ ہے نہ کوئی دھڑا بلکہ یہ اسلام کی وہ سادہ آواز تھی جو اس وقت اٹھائی گئی جبکہ آئمہ اربعہ ان کے تلامذہ اور ان کی علمی خدمات اور ان کی فقہی نکتہ نوازیوں سے دنیا ناآشنا تھی اور ان فروعی مسائل سے جو اجتہادی علوم رونما ہوئے ان کا تصور بھی ذہن میں نہیں تھا۔"

اہلحدیث کی عمر

"حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال و افعال، اور آپؐ کے سکوت و رضا کا دوسرا نام ہے۔ ہم

اس معنیٰ سے حدیث کو حجت سمجھتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ جب سے حدیث دنیا میں موجود ہے اس کے ماننے والے بھی موجود تھے۔"

مسلک اہلحدیث

اس لحاظ سے مسلک اہلحدیث اتنا ہی پرانا ہے جتنی کہ حدیث اور اس کی بنیادی اقدار ہیں :۔

۱۔ اسلام کی سادہ دعوت اور تکلفات سے پرہیز۔
۲۔ اصلاح بین المسلمین اور اُمّت کو تفرقہ سے بچانا۔
۳۔ شخصی آراء اور افکار کے التزام سے بچتے ہوئے کتاب وسنت کی طرف دعوت دینا
۴۔ نصوص کے فہم میں قرونِ خیر اور آئمہ سلف کا اتباع کرنا۔"

مقاصد جمعیت اہلحدیث

مرورِ زمانہ کے ساتھ جماعت میں جو ایک طرح کا احساسِ کمتری پیدا ہوگیا ہے وہ دور ہو اور دوسری طرف دوسروں کی رائے میں خوشگوار تبدیلی ہو۔ ہم تنظیم واحیاء کے ساتھ دنیا کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسلامی تصویر نکھارنے اور باطل کے خلاف صف آرا ہونے میں ہمارا کتنا بڑا حصہ ہے۔"

نظم میں مشکلات

نظم جماعت میں بعض مشکلات ہیں

۱۔ جماعتی تصور کے داعی ہیں مگر نظم وحوصلہ مفقود ہے۔
۲۔ واعظین کی ساری کوشش اس بات پر مرکوز ہوتی ہے کہ ان کا نام اشتہار میں نمایاں طور پر چھپے۔
۳۔ ایک دو بچی تلی تقریریں ان علماء کو یاد ہوتی ہیں عنوان چاہے کچھ ہو وہ انہیں دہرا دیتے ہیں
۴۔ مبلغین اجتماعیت کی خوبیوں سے بہت کم آشنا ہیں حالانکہ اسلامی تعلیمات میں جماعت اور اجتماعیت روح کی حیثیت رکھتی ہے۔
۵۔ سب سے مشکل علماء حضرات کی پوزیشن کو سمجھنا ہے۔ اجتماعیت کے لیے سب سے مشکل ان کی ذہنیت ہے۔ جہاں کوئی صاحب تشریف فرما ہیں وہ

وہیں مطلق عنان بادشاہ بن کر رہنا چاہتے ہیں۔

۶۔ بے ربط مدارس کی بھرمار کی وجہ سے تعلیمی انتشار ہے۔

مشکلات کا حل

ان مشکلات پر قابو پانا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔

۱۔ متعین پروگرام کے ساتھ مخلصین کی ایک جمعیت اصولی وحدت کو سامنے رکھتے ہوئے میدان میں آئے

۲۔ تقریریں موضوع کی پابندی کی جائے اور مقصد کا تعین کیا جائے

۳۔ تمام مدارس میں ربط پیدا کیا جائے اور ان سب کو ایک مرکزی درسگاہ سے منسلک کیا جائے

تنظیم کے عملی اقدام

۱۔ جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان کی تاسیس سنہ ۱۹۴۸ء میں کی گئی اور سنہ ۱۹۵۲ء تک پانچ صد مقامی جمعیتیں مرکزی جمعیت کے ساتھ منسلک ہوئیں جس سے جماعت کا ایک تنظیمی ڈھانچہ سامنے آیا۔

۲۔ الاعتصام جاری ہوا۔ یہ انفرادی ذوق اور انفرادی کاروباری مصلحتوں سے بالاتر رہ کر کتاب وسنت کا داعی ہے۔

۳۔ جامعہ سلفیہ تعلیمی انتشار کو دور کرنے اور تعلیم کو منضبط کرنے کے لیئے سنہ ۱۹۵۵ء میں جامعہ سلفیہ کا اجراء کیا گیا۔

مجوزہ دستور العمل

۱۔ ہوسٹل :۔ اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو مؤثر بنانے کا ہمارے پروگرام میں یہ ہے کہ مغربی پاکستان کے چند معروف مرکزی شہروں میں ہوسٹل کھولے جائیں اور اس قسم کا اہتمام کیا جائے کہ جماعت کے جو طالبعلم سکولوں وکالجوں میں زیر تعلیم ہیں ہم ان کی تربیت کرسکیں اور ان سے ہی گہرا رابطہ ہوکر تعلیم کے بعد بھی ان سے ہمارے مراسم قائم رہیں اور کسی صورت ہمارا ان کا رشتہ ٹوٹنے نہ پائے تاکہ ہماری نئی نسل جو سکولوں اور کالجوں میں تعلیم پارہی ہے ہم سے آشنا ہو اور جماعت سے منسلک رہے۔

۲۔ روزنامہ :۔ ایک روزنامہ کا اجراء جو جماعت کی شان کے مطابق اور مسلک کا صحیح آرگن ہو۔

۳۔ پریس :۔ آج کل پریس جماعتی زندگی کے لیئے رگِ جان کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر آپ علوم کتاب وسنت کی زیادہ سے زیادہ اشاعت فرمانا چاہیں تو جماعت کو اپنے پریس کے لئے زود یا بدیر سوچنا پڑے گا

۴۔ دارالمطالعہ :۔ ایک عظیم الشان لائبریری کی ضرورت ہے جس میں طلباء اور اہل علم کے علاوہ مصنفین بیٹھ کر تصنیف وتالیف کا کام کر سکیں ضرورت ہے کہ اس میں مختلف علوم وفنون کی لاکھوں کتابیں جمع کی جائیں۔ اہل علم اس میں تحقیق وتدوین کا کام کریں احادیث پر شرح وحواشی کے علاوہ قدیم اور جدید علوم میں تحقیقی مضامین لکھے جا سکیں۔

۵۔ دارالأیتام :۔ یتیم قوم کی امانت ہیں اس امانت کی حفاظت اور تربیت قوم کا فرض ہے جو قومیں یتامیٰ کی حفاظت نہیں کر سکتیں وہ بڑی جلدی صفحۂ ہستی سے ناپید ہو جاتی ہیں

۶۔ محتاج خانے :۔ آپ کا فرض ہے کہ مستحق یعنی اپاہج، اندھے، لنگڑے محتاجوں کے لئے محتاج خانے کھول کر ان کے لیئے آبرومندانہ طور پر خوراک کا انتظام فرمائیں۔ ان محتاج خانوں میں مختصر سی تعلیم بقدر ضرورت اور صنعت وحرفت جاری کریں۔

مولانا محمد اسماعیل السلفی کی کچھ کتب مارکیٹ میں آئی ہیں جن میں وہ ایک سکالر اور خطیب کی حیثیت سے لوگوں کے سامنے آئے ہیں۔ ان میں شرح المعلقات السبع ۔ تحریک آزادیٔ فکر ۔ جمیت حدیث ۔ رسولِ اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نماز ۔ الخطبات السلفیہ ۔ فتاویٰ سلفیہ ۔ حیات النبی شامل ہیں۔

زیرِ نظر مجموعہ ــــ نصیحت ــــ میں ان کے وہ ارشادات جمع کیے گئے ہیں جو انہوں نے جماعت اہلحدیث کے سربراہ اور منتظم کی حیثیت سے ارشاد فرمائے ہیں۔ اس میں جماعت کی تاسیس ۔ جماعت کے مقاصد ۔ تنظیمی امور ۔ تنظیمی مشکلات اور ان کا حل ۔ جماعت کے پروگرام ۔ اور پروگرام کا لائحہ عمل شامل ہے۔ اس لحاظ سے یہ جماعت کی بیس سالہ عملی پیش رفت کی تاریخ ہے۔ اس

مجموعہ میں وہ رپورٹیں بھی موجود ہیں جو انہوں نے بطور ناظم اعلیٰ شوریٰ میں پیش کیں۔ شوریٰ وہ اعلیٰ ادارہ ہے جو جماعت کی پالیسی مرتب کرتا ہے اور اسے عملی جامہ پہناتا ہے۔ اس عرصہ میں جماعت نے جو عملی کام کیا اس کا ذکر بھی آگیا ہے۔ مثلاً جامعہ سلفیہ کی تاسیس۔ جماعتی اخبار کا اجراء وغیرہ اور اس پروگرام کی بھی نشاندہی کی گئی ہے جو جماعت کرنا چاہتی ہے۔ قیام دارالایتام۔ محتاج خانے۔ ہوسٹلز کا نظام وغیرہ۔

اس دنیا میں افراد تو آتے جاتے رہتے ہیں مگر ادارے اور جماعتیں قائم رہتی ہیں اور جماعتیں اور ادارے ہی اپنے مجوزہ پروگراموں کو پورا کرتے ہیں۔ والد گرامی کے فوت ہونے کے بعد موجودہ قیادتیں ان کے رفقاء پر مشتمل ہیں۔ مجلس شوریٰ میں ابھی تک کثرت اُن لوگوں کی ہے جو ان کے ساتھ کام کرتے رہے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ مجموعہ جماعت کے قائدین کے لیے ایک ایسی دستاویز مہیا کرے گا جس سے وہ جانچ سکیں گے کہ وہ اپنے پروگرام کے مطابق جماعت کی رہنمائی کر رہے ہیں یا اس جادہ سے ہٹ گئے ہیں

یہ دستاویز اہلحدیث عوام کو بھی جماعت کے پروگرام سے باخبر کرے گی اور وہ اس قابل ہو سکیں گے کہ اپنے قائدین کا احتساب کر کے انکو جادہ مستقیم پر قائم رکھیں ان خطابات کی اشاعت سے اگر جماعت کا جماعتی ولولہ واپس لوٹ آئے قیادت اور جماعت ایک اکائی قرار پائے اور ہمیں اپنا بھولا ہوا سبق یاد آئے تو یہ اللہ کی عنایت اور احسان ہوگا جس سے جماعتی زندگی میں ایک نیا اور شاندار انقلاب رونما ہوگا۔ فما ذالك على الله بعزيز

محمد بن اسماعیل السلفی

سی/۶۲۔ سٹلائٹ ٹاؤن۔ گوجرانوالہ

۱۲ محرم الحرام ۱۴۰۷ھ بمطابق ۲۰ ستمبر ۱۹۸۶ء

الفہارس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الاعتصام
شمارہ نمبر ۱۴ ـ جلد نمبر ۱
۲۱ صفر ۱۳۶۹ھ مطابق ۲۲ دسمبر ۱۹۴۹ء

دعوتِ عمل

حضرات!

الحمد للہ وہ آرزو جو مدت سے ہمارے دلوں میں سلگ رہی تھی پوری ہوئی۔ ہم ایک عرصے سے ایسے اخبار کی اشاعت کے خواب دیکھا کرتے تھے جو مسلک اہلحدیث کو سلیقے سے پیش کر سکے جس میں ان اختلافات کی پرچھائیں تک نہ ہو جو گذشتہ پچاس سال کی غلط روش سے ہمارے علماء میں رونما ہوئے جو صرف ہماری علمی کوششوں کو اجاگر کر سکے ہماری جماعت میں عمل کی روح پھونک سکے اور ملک میں ان تقاضوں کا کتاب و سنت کی روشنی میں جواب دے سکے جن کے صحیح صحیح جواب پر صرف اہلحدیث ہی کو قدرت حاصل ہے ـــــ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ یہ خواب پورا ہوا "الاعتصام" کا اجراء انہیں اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لیے ہوا ہے۔ اس کی تمام اشاعتیں آپ کے سامنے ہیں اگر اس کو پڑھ کر آپ کی مذہبی بصیرت میں اضافہ ہوتا ہے اگر اس سے اہلحدیث کا وقار بڑھتا ہے اگر اس میں جماعتی شیرازہ بندی کے امکانات آپ کو نظر آتے ہیں تو پھر آپ کو اس کے مقابلہ میں اپنے فرائض محسوس کرنا چاہئیں۔ یہ کسی شخص کا ذاتی اخبار نہیں بلکہ پوری جماعت کی ترجمانی کا فخر اسے حاصل ہے۔ اور یہ کہنا بے جا نہیں کہ یہ ایک ہی معیاری پرچہ ہے جو انفرادی فروق اور انفرادی کاروباری مصلحتوں سے بالاتر رہ کر کتاب و سنت کا داعی ہے ہمیں ہر پڑھے لکھے اہلحدیث سے توقع ہے کہ وہ اس کی توسیع اشاعت کے لیئے سرگرمی سے کوشاں ہوگا۔ جماعتی زندگی میں اخبار کی جو حیثیت ہے ہمیں یقین ہے کہ تمام حضرات اس سے آگاہ ہوں گے آج نشر و اشاعت کے وسائل میں اس کو بلاشبہ یہ اہمیت حاصل ہے کہ یہ جس قدر مؤثر جتنا شاندار اور جس نسبت سے کثیر الاشاعت

ہوگا اسی انداز سے بیداری اور جماعتی اعزازیہ میں اضافہ ہوگا۔

اہلحدیث اگر زندہ رہنا چاہتے ہیں اور ان کے دل میں کتاب و سنت کی اس مخصوص ترجمانی سے جسے ہم اہلحدیث سے تعبیر کرتے ہیں واقعی لگاؤ ہے تو انہیں ہمارا ہاتھ بٹانا چاہیئے۔

ہمارے سامنے کام کا ایک تفصیلی نقشہ ہے ہمارے دل میں جماعتی زندگی کی بقا و استحکام کے لیے کچھ عزائم ہیں ہم خاص ڈھب سے اس تصور کی اشاعت چاہتے ہیں جس سے ایک طرف جماعت میں جو ایک طرح کا احساس کمتری پیدا ہوگیا ہے وہ دور اور دوسری طرف دوسروں کی رائے میں خوشگوار تبدیلی ہو ہم تعلیم و احیاد کے ساتھ دنیا کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسلامی تصور کے نکھارنے اور باطل کے خلاف صف آراء ہونے پر ہمارا کتنا بڑا حصہ ہے ہماری تاریخ علمی اور عملی دونوں اعتبار سے اس لائق ہے کہ ہم اس پر فخر کرسکیں —— لیکن یہ سب باتیں اس پر موقوف ہیں کہ اہل حدیث جہاں جہاں ہوں وہ ہمارا ساتھ دیں اخبار کی اشاعت کو بڑھائیں اور ہمیں اس قابل بنادیں کہ اس سمت ہم کامیابی سے قدم بڑھا سکیں —— خدارا یہ اپنی جمود کو توڑیئے۔ چھوٹے چھوٹے مقامی مسائل کے حصار سے نکل کر دیکھیئے کہ یہاں زندگی کے بڑے بڑے معرکے آپ کے منتظر ہیں۔

والسلام

(شیخ الحدیث مولانا) محمد اسمٰعیل گوجرانوالہ

اپنی باتیں جماعتی تگ و دو کی مختصر رُوداد

الاعتصام شمارہ نمبر ۲۸ جلد نمبر ۱

۱۸ر الجمادی الثانیہ ۱۳۶۹ھ مطابق ۷ر اپریل ۱۹۵۰ء

جماعت اہلحدیث کی تعداد بحمدللہ اس وقت لاکھوں سے بھی زیادہ ہے اتنی بڑی جماعت میں فرقوں کی طرح نظم عملاً مشکل ہے۔ کثیر التعداد جماعتوں میں حاکمانہ نظم اور قانونی ربط و انقیاد تو پایا جاتا ہے لیکن اخلاقی روابط اور تعلقات کی جو کیفیت چھوٹے گروہوں اور فرقوں میں پائی جاتی ہے اور جو عصبیتیں ان ٹکڑوں اور چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں محسوس ہوتی ہیں اکثریتیں ان سے مشکل متاثر ہوتی ہیں۔

تاہم نظم ایسی چیز نہیں جس کے فائدہ کو نظر انداز کیا جا سکے اس لیے صاحب صدر حضرت مولانا سید محمد داؤد صاحب زیدت برکاتہم اور جماعت کے دوسرے محترم رفقاء کا عرصہ سے خیال تھا کہ دوستوں کے جمود کو توڑنے کے لیے ذاتی ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کیا جائے مختلف مقامات کے دوستوں سے وہیں جا کر ملاقات کی جائے ان کی مشکلات کو سمجھا جائے اور کام کی راہ نکالی جائے۔

قادیانی اور رافضی جراثیم نے جس طرح حکومت پاکستان کے اداروں میں اپنے لیے جگہ پیدا کی ہے اور حکومت کے زیرِ سایہ جس طرح وہ اپنے اثرات پھیلا رہے ہیں ہماری روایات ہمیشہ اس کے خلاف رہی ہیں اس لئے ہم نے حکومت کی چاپلوسی نہ کی ہے نہ انشاءاللہ کریں گے لیکن اپنے بچاؤ اور حکومت کے لئے نصیحۃ اور خیر سگالی کے پیش نظر ضروری ہے کہ نظم سے کام کیا جائے اور جماعت کو ان زہریلے اثرات سے بچانے کی کوشش کی جائے جو بدعی تحریکات سے وطن کو جہنمستان بنانے میں مشغول ہیں۔

اسی لیے راقم الحروف اور برادر محترم مولانا عطاء اللہ صاحب حنیف اور مولانا حافظ محمد اسمٰعیل صاحب ذبیح خطیب جامع اہلحدیث مغلپورہ لاہور ۱۷ر مارچ ۱۹۵۰ء کو

اس کام کے لیئے نکلے اور بحمد اللہ جماعت کو حرکت و عمل کے مستعد اور منتظر پایا عوام کا جذبہ ایمان بہت حد تک صحیح ہے ۔ ساری مصیبت ضعف قیادت نے پیدا کر دی، نوجوان اور متحرک خون، کراہیت کے باوجود بعض وقتی اور سیاسی تحریکات میں صرف اس لیئے شامل ہوتے کہ ہماری قیادت جامد ہے ۔ وہ مناظرات اور ہنگامی اکھاڑوں کو ہی وقت کا بہترین کام تصور کیئے بیٹھے ہیں اور کتاب و سنت کے صحیح مقاصد کو سلجھے ہوئے انداز میں پیش کرنے میں جھجک محسوس کرتے ہیں۔

۱۷ر مارچ ۱۹۵۰ء بروز جمعۃ المبارک ہم منڈی چنوں ضلع ملتان میں قریبًا دو بجے شب پہنچے یہ جلسہ کا آخری دن تھا۔ وسیع مسجد اہلحدیث یہاں زیر تعمیر ہے اپنے رفقاء میں عزیزم مولانا محمد داؤد ارشد یہاں کام کر رہے ہیں ایک دینی مدرسہ بھی زیر تجویز ہے یہاں ہیڈ ماسٹر صاحب بڑے مخلص اہلحدیث ہیں مہاجرین کی خاصی تعداد خود منڈی اور اس کے مضافات میں اقامت پذیر ہے ۔ منڈی میاں چنوں کا حلقہ اپنے پورے ماحول کو متاثر کر سکتا ہے اور توحید و سنت کی اشاعت اور ہمارے سیاسی مقاصد کی اشاعت کا بہترین ذریعہ بن سکتا ہے ۔ نماز جمعہ میں نے پڑھائی اور اپنے مقاصد کو واضح کیا دوسرے دن صحیح احباب اور کام کرنے والوں کی ایک میٹنگ بلائی گئی جمعیۃ کا مرکز سے الحاق کیا گیا اور موجودہ علماء نے تعاون کے ساتھ اپنے [illegible] و پیش میں تنظیم اور اشاعت توحید کا وعدہ فرمایا ۔

جلال پور پیر والا

یہاں سے رات روانہ ہو کر ۱۸ر مارچ ۱۹۵۰ء [illegible] بجے شب ایکسپریس سے لودھراں اسٹیشن پر بسر [illegible] ذریعہ کار جلال پور پہنچے، یہ قصبہ لودھراں سے تقریبًا تیس میل ہے، سڑک کچی [illegible] ہے کار تقریبًا ڈھائی (۲ ۱/۲) گھنٹے میں پہنچی۔ ظہر کے بعد اظہار خیالات کا [illegible] سے پہلے مولانا شرف الدین صاحب دہلوی پہنچ چکے تھے مولانا [illegible] بزرگ سے مل کر بے حد مسرت ہوئی کثر اللہ امثالہ فانہ اسوۃ [illegible] تھے ۔ عصر کے بعد مجلس شوریٰ بلائی گئی جمعیت کا مرکز کے ساتھ الحاق [illegible] علاقہ میں روافض کا بہت زور ہے ۔ ہمارے رفقاء میں مولانا سلطا[illegible] نہایت

فاضل اور دردمند نوجوان ہیں۔ ایک مدرسہ ہے جس میں مولانا کے ساتھ اور رفقاء
تعلیم و تدریس کا کام کرتے ہیں یہ مدرسہ جماعت اور مولانا سلطان محمود اس علاقہ
کی عنایت سے ہیں یہ علاقہ شرک و بدعت کے لحاظ سے زمانہ جاہلیت کی یادگار
یہاں خدائے لایزال کے بجائے حسین اور دستگیر پر زیادہ اعتماد ہے۔ مگر
خوشی ہے کہ اہل توحید بھی غافل نہیں شکر اللہ مساعیہم۔

ملتان اور خانیوال صبح ۱۹ر مارچ ۱۹۵۰ء کو یہاں سے بذریعہ لاری شجاع آباد پہنچے یہاں تک مولانا عبدالعزیز اور حضرت
مولانا شرف الدین دہلوی کی رفاقت بڑی پرکیف رہی، شجاع آباد سے ٹرین پر سوار
ہو کر خانیوال پہنچے یہاں کی مسجد اہلحدیث کا سنگِ بنیاد حضرت مولانا ابوالوفا ثناء اللہ
صاحب کے مبارک ہاتھوں سے رکھا گیا تھا۔ مسجد اب قریبًا مکمل ہو چکی ہے ہمارے
محترم دوست خان عبدالعظیم خاں مہاجر فیروز پوری بڑے با اصول پختہ کار اور بیدار
مغز اہلحدیث ہیں یہاں مجلس شوریٰ میں جمعیت کا مرکز کے ساتھ الحاق کا فیصلہ ہوا خاں
صاحب محترم نے مرکز کی اعانت کا وعدہ فرمایا رات یہاں بسر کی صبح یہاں بذریعہ
بس سرکس ملتان پہنچے محلہ وزیر آباد میں حضرت مولانا عبدالتواب کے درِ دولت پر
پہنچے مولانا عطاء اللہ صاحب اپنی عادت سے نہ چوکے کافی کتابیں خریدلیں مجھے
بھی زیرِ بار کیا، آہ! مولانا عبدالتواب کے انتقال نے ہمارے لیئے پورے ملتان کو
ویرانہ بنادیا۔

شعر آں قدح بشکست واں ساقی نماند

مولانا واقعی ولی اللہ تھے اور سلف کی یادگار

منڈی بورے والا یہاں بذریعہ لاری ۱۹ر مارچ ۱۹۵۰ء کو تین بجے پہنچے بوریوالا منڈی جانے والی لاری کا وقت پانچ بجے دن کے قریب تھا مولانا
عطاء اللہ صاحب سامان کے پاس ٹھہرے میں اور حافظ اسمٰعیل صاحب بازار گئے
کہ شاید یہاں بھی کوئی جماعت کا آدمی ہوگا، بازار میں داخل ہوتے ہی مولوی غلام
رسول صاحب ہشیار پوری اور میاں احمد دین صاحب کی دکان پر نظر پڑی۔ مولوی غلام رسول

صاحب جماعت کے مخلص کارکن ہیں۔ ہشیارپور میں انہوں نے بہت کام کیا ان سے معلوم ہوا کہ یہاں بھی مسجد اہلحدیث تعمیر ہو چکی ہے باقاعدہ جماعت بھی موجود ہے جس کے صدر شیخ حاجی محمد علی ہیں اور ناظم میاں احمد دین صاحب ہیں خطیب مولوی محمد عیسٰے صاحب ہیں نماز مغرب اس پکی از بس سادہ مسجد میں ادا کی نماز کے بعد مولانا عطاء اللہ صاحب نے نظم جماعت کی اہمیت کے متعلق خطاب فرمایا جماعت نے مرکز سے الحاق کا فیصلہ کیا۔

بورا منڈی ہم بعد مغرب احباب سے رخصت ہو کر بس سٹینڈ پر پہنچے بورا منڈی کو لاری آٹھ بجے چل کر تقریباً نو بجے پہنچی وہاں جلسہ کے متعلق اعلان ہو چکا تھا۔ ہم سیدھے جلسہ گاہ میں پہنچے جہاں انتظار کے بعد اکثر لوگ جا چکے تھے آسمان ابر آلود تھا اور تقاطر ہو رہا تھا ٹھنڈی ہوا اور خنکی بڑھ رہی تھی لیکن احباب نے فیصلہ فرمایا کہ جلسہ ملتوی نہ کیا جائے چنانچہ تلاوت قرآن کے بعد میں نے مختصر سی تقریر کی توحید اور اتباع سنت کا ذکر کیا حاضری کافی ہو گئی اس وقت بوندیں پڑ رہی تھیں لیکن حاضرین اطمینان سے سن رہے تھے اس کے بعد حافظ اسمٰعیل صاحب نے مؤثر اور برجستہ تقریر فرمائی جو اسی موضوع پر تھی جلسہ رات گیارہ بجے ختم ہوا۔ عزیزی مولوی محمد افضل صاحب کے مکان پر قیام تھا کھانا کھا کر باتیں ہوتی رہیں قریباً رات ایک بجے آرام کیا نماز فجر کے بعد مسجد اہلحدیث میں درس ہوا جو حال ہی میں تعمیر ہوئی ہے یہاں مولوی محمد افضل کا خاندان اور مولانا عبدالعزیز صاحب سابق منسٹر ریاست فرید کوٹ تشریف فرما ہیں۔ صبح انتخاب ہوا [illegible] محمد افضل صدر مقرر ہوئے اور مولوی محمد اکبر صاحب ناظم مولانا عبدالشکور صاحب نے خطابت جمعہ قبول فرمائی، جماعت کا الحاق کیا گیا یہاں سے ناشتہ کے [illegible] سٹینڈ پر پہنچے۔

منڈی عارف والا بس پر سوار ہو کر منڈی عارف والا پہنچے [illegible] ۱۹ کو قریباً دس بجے لاری عارف والا میں [illegible] موجودہ کے یہاں کافی دوست موجود ہیں۔ اوڈ قوم کی کافی تعداد ہے جو [illegible] سادہ

ننگے کے عادی ہیں اور پختہ اہلحدیث ہیں یہاں اہلحدیث کی دو مسجدیں ہیں صدر انجمن [illegible] محمد ابراہیم صاحب ہیں اور ناظم حاجی شیخ محمد سرمد صاحب ہیں دوپہر یہاں گذاری قریباً تین بجے وفد پاک پٹن پہنچا خیال تھا کہ یہاں سے فارغ ہوکر رات کسی دوسری جگہ بسر کریں گے لیکن مولانا عبدالرحمٰن صاحب ہیڈ ماسٹر امتحانات میں مشغول تھے۔ اس لیئے رات یہیں ٹھہرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ پاک پٹن جہالت اور مشرکانہ رسوم کے لحاظ سے سارے علاقہ میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے یہیں پر بہشتی دروازہ ہے جو غالباً سید ھا دوزخ میں کھلتا ہے۔ یہاں شیخ فرید کا مزار ہے اور بہت سی قبریں ہیں مجھے اور میرے رفقاء کو ان بدعی اور مشرکانہ رسوم سے طبعی نفرت ہے حضرت شیخ فریدالدین کی عقیدت کی وجہ سے ان کے مزار پر دعا کے لیئے حاضر ہوئے دعا کی گئی ورنہ یہاں سیاہ دِلی کے سوا کچھ بھی نہیں خدا کے نام پر دکانداری، جہلاء کو دھوکہ دے کر عوام سے تحصیل زر، جھوٹ بولنے اور جھوٹی آرزوؤں پر جینے کے سوا اور کچھ نہیں۔

شام کو مولانا عبدالرحمٰن صاحب سے ملاقات ہوئی خطیب جماعت مولانا محمد عباس صاحب بھی ملے۔ مولانا کو حدیث کے متعلق عجیب استحضار ہے نہایت سادہ مزاج اور مخلص بزرگ ہیں۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب کی مساعی کی وجہ سے یہاں بڑی عمدہ اور وسیع مسجد بن چکی ہے جو بس سٹینڈ کے بالکل قریب ہے۔

صبح نماز اور درس کے بعد انتخاب ہوا اور الحاق کا فیصلہ کیا گیا، مولانا محمد عباس صدر چنے گئے اور مولانا عبدالرحمٰن صاحب ناظم۔

منٹگمری ۲۱ مارچ ۱۹۵۰ء صبح کو چل کر دوپہر کے قریب وفد منٹگمری پہنچا حافظ عبدالحق صاحب مالک حافظ کلاتھ ہاؤس ہمارے پہنچنے سے پہلے بھاگ چکے تھے غالباً لائل پور کسی شادی پر گئے تھے۔ مولانا عبداللہ صاحب اوڈ، مولوی عبدالمنان صاحب اور مولانا عبداللہ صاحب فیروز پوری سے ملاقات ہوئی۔ نظم جماعت کے متعلق گفتگو ہوئی یہ سب حضرات نظم جماعت کے لیئے بے تاب تھے۔ سب کی نظر مولانا عبدالجلیل پر تھی، مولانا یہاں

بہت بارسوخ ہیں۔ بڑی مسجد اہلحدیث کے خطیب ہیں میرے ذاتی مراسم مولانا سے بہت دیرینہ ہیں، میرے تاثرات مولانا کے متعلق بہت اچھے ہیں میری دانست میں مولانا مخلص اہلحدیث ہیں مطالعہ کافی وسیع ہے۔ مولانا سے نظم جماعت کے متعلق دیر تک تذکرہ ہوتا رہا، مولانا عبداللہ صاحب اوڈ مولوی عبدالمنان صاحب مولوی عبدالرحمٰن صاحب مولانا عطاء اللہ صاحب اور دیگر ارکان وفد موجود تھے۔ مولانا بہت غیر مطمئن تھے اور بہت مایوس، رفقاء پر بدگمان حالانکہ مقامی رفقاء کو مولانا پر کافی اعتماد ہے۔ دیر تک گفتگو کے باوجود میں مولانا کے مقصد کو نہ سمجھ سکا مولانا کے ارشادات کافی بے ربط تھے جن میں کوئی تسلسل نہ تھا۔ مولانا کے ملفوظات سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ باتیں ناہموار اور الجھے ہوئے دماغ سے نکل رہی ہیں مجھے مولانا کے علم اور خلوص پر اعتماد تھا اور ہے اس لیئے میں مولانا کے ان ارشادات کی کوئی صحیح توجیہہ نہیں کر سکا تاہم مولانا نے آخر میں فرمایا کہ جو نظام بنے گا میں اس کے ساتھ تعاون کروں گا یہ ساری گفتگو دوستانہ تھی مولانا بڑی خوش طبعی اور خوش مذاقی سے گفتگو فرماتے رہے۔ مولانا سے جدا ہو کر ہم مولانا عبدالجبار سے ملے یہ سادہ مزاج اور پرانی وضع کے بزرگ ہیں اور راسخ العقیدہ مسلمان یہ سب لوگ خواہشمند تھے کہ مولانا عبدالجلیل صاحب ان کی رہنمائی فرمائیں ان کو مولانا عبدالجلیل صاحب سے دوستانہ شکوے بھی تھے۔ اس لیئے یہاں جماعت کا کوئی ڈھانچہ نہ بن سکا۔ ہم نے مناسب سمجھا کہ حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب اپنے خیالات پر دوبارہ غور فرمائیں اور پھر ہم کسی وقت حاضر ہوں گے۔

امید ہے کہ تمام احباب انہماک سے کام کریں گے اور چند ہفتوں میں جماعت کو ایک مسلک میں پرو دیں گے۔

(انتہیٰ)

جماعت کی خدمت میں ضروری گذارشات

الاعتصام
شمارہ نمبر ۴۱ جلد نمبر ۱
۴ر رمضان ۱۳۶۹ مطابق ۲۰ جون ۱۹۵۰ء

ہمارے اسلاف

عرصہ سے جماعت میں انتشار پایا جا رہا ہے اور گوناگوں حوادث و فتن کے پیش نظر نظام کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی ہے۔ بارہویں صدی کے اواخر میں جب تحریک اہلحدیث کی مجاہدانہ سرگرمیوں کا مرکز ہندوستان سے باہر اسمس میں تھا جماعت کا نظم امارت کے طریق پر تھا۔ بنگال بہار کے دیہات و قصبات تک نظم کی کڑیاں پھیلی ہوئی تھیں تبلیغ کا سلسلہ اتنا مکمل تھا کہ بقول ہنٹر عدالت کے احاطوں میں اہل توحید اپنی آواز پہنچا دیتے ہیں ۔ معصیت اور کبائر کے خلاف کھلے طور پر یہ لوگ اپنی رائے کا اظہار کرتے، سادہ لوح اور نیک دل عوام کی ہمدردیاں ان کے ساتھ ہوتیں۔ حکومت کے عمال، انگریزی عدالتوں کے کارندے، بڑے بڑے پروفیسر، وکلا، تعلیم یافتہ طبقہ ان کی اخلاقی جرأت، تقویٰ و خلوص اور حسن عمل سے بالخصوص متائژ ہوتا۔

عالمانہ بناوٹ اور وضعداری ان میں ناپید تھی، اس کے باوجود عامۃ المسلمین ان مجنوں فرزانوں کی کما حقہ قدر کرتے تھے اور ان کی باتیں کان لگا کر سنتے تھے اور وہ بھی اس گراں مایہ پند و موعظت پر اپنے سامعین سے کسی مادی منفعت کے خواہشمند نہ تھے۔

ان کی امانت و دیانت کا یہ حال تھا کہ ان کے مبلغین کے پاس ہزاروں پونڈ سکوں روپیہ ہوتا جو بنگال، بہار، پنجاب دہلی اور ٹونک وغیرہ سے یہ وصول کر کے مرکز کو پہنچاتے ہیں اس میں ایک پائی کی خیانت نہ ہونے پاتی یہ بیچارے ہمارے سرحد پار پہنچے اور اپنی محنت پر ایک پائی وصول کرنے کی کوشش نہ کرتے کہ یہ کام حسبۃ للہ ہوتا، محض آذوقہ حیات پر یہ لوگ سکھوں اور غیر مسلم طاقتوں سے

لڑتے اور اس فرض کی ادائیگی پر خوش ہوتے کہ ہم نے اپنا فرض ادا کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی توفیق مرحمت فرمائی ؎

منت منہ کہ خدمت سلطان همی کنی منت ازو شمر کہ بخدمت گذاشت

اس جماعت کا کوئی آئینی منشور ہمارے سامنے نہیں اور نہ ہی باقاعدہ آئینی منشور کی اشاعت کا وہ وقت تھا زیادہ سے زیادہ سید احمد صاحب اور سید اسمٰعیل شہید رحمہما اللہ کے خطوط جو مختلف امراء کو اس وقت لکھے گئے یا وہ دعوتی خطوط جو بعض سکھوں کو لکھے یا علما کی غلط فہمیاں دور کرنے کے لیئے جو کوششیں عمل میں لائی گئیں اس سے جماعت کے مقاصد پر فی الجملہ روشنی پڑتی ہے اور یہی مکاتیب جماعت کے منشور کی حیثیت سے تصور کیئے جا سکتے ہیں۔

ان خطوط کا کافی حصہ ضائع ہو چکا ہے اور بعض یورپ کی لائبریریوں کی زینت ہیں جو کچھ ہمارے پاس سوانح احمدیہ اور بعض دوسری محققانہ دستاویزات سے مل سکتے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل توحید کی سرگرمیوں کا مقصد مندرجہ ذیل مقاصد کا حصول تھا۔

۱۔ سرزمین ہند میں خالص اسلامی نظام کا قیام
۲۔ رفض کے اثرات کی روک تھام
۳۔ فکر و عمل کی بدعات کا استیصال
۴۔ فواحش و منکرات کی کلی تردید

ان مقاصد کی تکمیل کے لیئے دو طریق سے کام ہوتا تھا، جہاد بالسیف ج[illegible] زیادہ اثر صوبہ سرحد میں تھا اور وعظ و نصیحت جسے سفر و حضر میں حسب موقع [illegible]از نہیں کیا جاتا تھا، مبلغین خود اس قدر متقی اور اسلامی تعلیمات کے پابند تھ[illegible] ہر شخص بجائے خود ایک وعظ تھا انفرادی زندگیاں اس قدر پاک تھیں [illegible] شخص پورے معاشرہ پر اثر انداز ہو سکتا تھا یعنی ایک ایک شخص اس [illegible] پورے پورے علاقہ کو متاثر کرے اور اپنے حسن عمل سے لوگوں [illegible] بدل دے۔

پبلک جلسے اور کانفرنسوں کا چنداں رواج نہ تھا لیکن یہ ایک ایک شخص اپنی سیرت کی پاکیزگی کی وجہ سے پوری بستی اور قصبے پر اس طرح حاوی ہوتا تھا کہ سینکڑوں غیر مسلم محض اس کی سیرت سے متاثر ہو کر مسلمان ہو جاتے تھے۔

ہماری کیفیت اس وقت حالات یہ ہیں کہ کرنے کے کام بہت سے ہیں منکرات و فواحش کے خلاف مستقل جہاد کی ضرورت ہے اسلام کے بقاء و تحفظ کے تقاضے ہیں جماعتی تصور کے داعیے ہیں لیکن نظم و حوصلہ مفقود ہے اگر سب احباب سر جوڑ کر بیٹھ جائیں تو متعین پروگرام کا طے کرنا کچھ مشکل نہیں، جہاں حضرت مولانا محمد داؤد صاحب غزنوی مولانا محی الدین احمد اور مولانا محمد علی صاحب قصوری دامت برکاتہم ایسے بزرگ سنجیدگی سے سوچیں تو پروگرام کا طے کرنا سہل ہے۔

ہمارے نزدیک اس مسئلہ کی اصل مشکل مخلص کارکنوں کا فقدان اور علمائے اہل حدیث کی بے توجہی ہے امسال مجھے بہت سے پبلک جلسوں میں شرکت کا موقعہ ملا جس میں اہل جلسہ نے روپیہ تو پانی کی طرح بہایا مگر نتیجہ چنداں تسلی بخش نہ تھا کیونکہ مقاصد متعین نہیں اور ضبط و اہتمام کی کمی ہے۔

جلسہ منعقد کرنے سے پہلے یہ سوچنا ضروری ہے کہ جلسہ کس ضرورت کیلئے بلایا جا رہا ہے صرف جلسہ کی خاطر جلسہ یہ کوئی مقصد نہیں پھر اس پر مستزاد یہ کہ بعض واعظین کی ساری کوشش اس بات پر مرکوز رہتی ہے کہ ان کا نام اشتہار میں نمایاں طور پر چھپے، ایک دو جچی تلی تقریریں ان علماء کو یاد ہوتی ہیں عنوان چاہے کچھ ہو وہ انہیں دہرا دیتے ہیں عوام کا ذہن اس طرح بن گیا ہے کہ وہ بعض نظموں اور تقریروں کو سننا چاہتے ہیں قطع نظر اس سے کہ عنوان کیا ہے یا اس نظم یا تقریر کی ضرورت بھی ہے یا نہیں۔

یہ ساری مصیبت اس لیئے ہے کہ اخلاص اور نظم کی کمی ہے، علماء اور عوام دونوں ہی یکساں اس کا شکار ہیں جلسوں نے ایک پیشہ اور فیشن کی صورت اختیار کر لی ہے، جہاں چند بے فکرے جمع ہو گئے اور کوئی کام پیش نظر نہ رہا تو دو

مولویوں میں مختصر سی بحث چھیڑ دی، اختلاف بڑھا تو پارٹی بن گئی اور مستقل مناظرہ یا جلسہ کی ضرورت کا احساس ہوا چندہ جمع ہوا اور نہایت بے تکے پن سے خرچ ہوا چند مشہور جمعیتوں کے سوا ان ہنگامی جلسوں اور مناظرات کا کوئی باقاعدہ حساب نہیں ہوتا جب تک عمل میں اخلاص اور نصب العین کا شعور نہ ہو نہ جلسے مفید ہو سکتے ہیں نہ مناظرات ہی سے بگڑی بن سکتی ہے ضرورت ہے کہ متعین پروگرام کے ساتھ مخلصین کی ایک جمعیتہ اصول کی وحدت کو سامنے رکھتے ہوئے میدان میں آئے صوبہ اور ضلع کی جمعیتیں اصلاحی الحاق اور نظام کی رسمی صورت سے آگے نکل کر متدین، دردمند اور با اصول حضرات وقت کے تقاضوں کے مطابق کام کریں اور عہدوں سے قطعی بے نیاز ہو کر توحید اور سنت کی اشاعت اور اسلام کی سربلندی کے لیئے اپنی صلاحیتوں کو صرف کرنے کا عہد کریں۔

تقسیم وطن سے اسلام کی سربلندی کی جس قدر امیدیں وابستہ تھیں وہ بڑی حد تک سراب و خواب ثابت ہوئی ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ دنیا پرست حضرات سے الگ رہ کر اپنی دنیا آپ بسائی جائے اور پوری کوشش اور خلوص سے کام لیا جائے اس مقصد کے پیش نظر جماعت اہلحدیث پاکستان کی بنیاد رکھی گئی ہے ضرورت ہے کہ تمام جمعیتیں تعاون کا ہاتھ بڑھائیں مل کر کام کرنے کی کوشش کریں بیسیوں جمعیتیں اس وقت تک تعاون کا عہد کر چکی ہیں کام بتدریج بڑھ رہا ہے خیال ہے کہ اب کچھ لٹریچر شائع کیا جائے چنانچہ عنقریب تقویۃ الایمان کا ایک جدید اور عمدہ ایڈیشن دفتر جمعیتہ کی طرف سے شائع ہوگا اس کے علاوہ دیگر کتابوں کی طباعت بھی پیش نظر ہے۔ متعلقہ جمعیتوں کا فرض ہے کہ اس کی اشاعت کے لیئے پوری تندہی سے کام کریں۔

حالات کی سازگاری اس وقت اطراف ملک، عراق و شام، مصر و نجد اور یمن وغیرہ تمام علاقوں میں اہلحدیث پھیلے ہوئے ہیں اتباع سلف کی یہ تحریک اپنی ذاتی خوبیوں کی بنا پر دلوں میں گھر کر رہی ہے لوگ خود بخود اس طرف کھنچے آرہے ہیں جمود اور تقلید کی بندشیں خود بخود ٹوٹ

رہی ہیں، غلط رسوم و عادات کے بُت زمین پر آ رہے ہیں، تھوڑے سے نظم اور حلاوت کی ضرورت ہے پوری اسلامی دنیا میں یہ نظام پھیل رہا ہے۔

مصر میں تحریک اہلحدیث بڑی سرعت سے پھیل رہی ہے۔ سید رشید رضا مرحوم کے بعد دو مقتدر عالم شیخ احمد شاکر اور شیخ حامد الفقی اس وقت اس تحریک کی روح رواں ہیں۔ بیسیوں کتابیں مع شرح و حواشی شائع ہو چکی ہیں اور مصر میں مسند احمد مع شرح احمد شاکر اور تہذیب السنن علامہ ابن قیم حال ہی میں شائع ہوئی ہیں، موصل میں حضرت صاحب التقوی مولانا الشیخ عبداللہ الحموا اپنی توفیق کے مطابق کام کر رہے ہیں ہمارے ہاں بعض غیر اہم مسائل اور بعض شخصیتوں کی وجہ سے انتشار پیدا ہو گیا تھا جو بتدریج کم ہو رہا ہے اور بحمداللہ ایسے حالات پیدا ہو رہے ہیں کہ سابقہ کشمکش بالکلیہ ختم ہو جائے۔

عام جمعیتیں دفتر کیساتھ برابر تعاون کر رہی ہیں، دفتر بھی انہیں مناسب مشورے دے رہا ہے۔ چند پرانی اور بڑی بڑی جماعتیں البتہ تعاون سے گریزاں ہیں۔ حقیقی اسباب کا علم تو خدائے برتر کو ہے بظاہر عدم احساس، جماعتی مزاج اور شعور کی کمی کو اس میں بڑا دخل ہے۔

اس سلسلہ میں یہ نامناسب نہ ہوگا کہ ملتان کی جمعیت کا تذکرہ کیا جائے یہ بلاشبہ قابلِ قدر جماعت ہے اس کی مالی حالت اچھی ہے۔ پچھلے سال سے یہ ایک مدرسہ بھی چلا رہی ہے جماعت کے حسابات جہاں تک میرا خیال ہے درست اور باقاعدہ ہیں۔ حضرت مولانا شرف الدین صاحب دہلوی کی تشریف آوری نے اس کے اخلاص اور عمل کو اور بھی چمکا دیا ہے۔

اس کے باوجود جمعیت نے مرکز کے ساتھ تعاون کا ہاتھ بڑھایا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ باقی جماعتیں بھی ان کی پیروی کریں گی اور بے قاعدگی و بے نظمی چھوڑ کر جماعت کے ساتھ تعاون کریں گی۔ ید اللہ علی الجماعۃ فانہ من شذ شذ فی النار۔ جماعت سے علیحدگی مجرمانہ فعل ہے جب تک صحیح شرعی نظام ملک میں قائم نہیں ہوتا یہی جماعتی اور شورائی نظام ہے جو

اس کی جگہ لے سکتا ہے بلکہ اس کی اقامت کے لیئے ابتدائی کوشش تصور کیا جا سکتا ہے۔ مرکز کے ساتھ جماعتوں کی وابستگی کے بعد ہی مرکز اور برانچوں کے باہمی تعلق و تعاون کے لیئے قواعد و ضوابط کی صحیح تشکیل کی جا سکتی ہے۔

(انتہی)

جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان

الاعتصام شمارہ نمبر ۳۱ جلد ۲
۱۲ رجب ۱۳۷۰ھ مطابق ۲۰ اپریل ۱۹۵۱ء

جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان کے متعلق ہو جریدہ اہلحدیث میں کبھی کبھار مولانا عبدالمجید صاحب مدیر جریدہ لکھتے لکھواتے رہتے ہیں میں نے مولانا کے جواب سے ہمیشہ اغماض کیا محترم مولانا جمعیت کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر ہیں ہر اجلاس کی انہیں اطلاع ہوتی ہے وہ عموماً زیارت کا شرف بھی بخشتے ہیں۔ میٹنگ اوپن ہوتی ہے کوئی راز کی بات نہیں ہوتی پھر مولانا کو شکایت ہے کہ ان کو دفتر سے اطلاعات بہم نہیں پہنچائی جاتی۔ اب میں کیا عرض کروں میں ناظم تو ہوں مگر شاید رپورٹر نہیں مجھے شکایت ہے کہ مولانا جانتے ہیں مگر جمعیت کی اطلاعات شائع نہیں فرماتے۔

مدیرِ محترم سے میرے ذاتی مراسم بھی ہیں جماعت کی اور میری ذاتی اور دوسرے رفقاء کار کی کمزوریوں کو وہ خوب جانتے ہیں اور اخباری چھیڑ چھاڑ کے بھی مولانا ماہر ہیں۔ میری حیثیت ان کے سامنے طفلِ مکتب کی بھی نہیں مولانا نے کئی دفعہ بعض معاملات کو اخبار میں لانے کے لیئے کہا مگر میں نے ایسی باتوں کو غیر مفید سمجھا اس لیئے اخبار میں اس کا تذکرہ نہیں کیا میں اپنے اس عیب اور کمزوری کا اعتراف کرتا ہوں کہ جماعت اور رفقاء کے معاملات اور کمزوریوں کو حدیث محفل بنانے کا عادی نہیں یہ چند سطور جریدہ اہل حدیث کے نامہ نگاروں کی معتاد نکتہ چینی کی وجہ سے زبانِ قلم پر آگئیں ورنہ حقیقت یہی ہے۔ رضینا من ودلک بالرحیل۔

مولانا ایک دوسری جمعیت اہلحدیث کے معتمد بلکہ مدار المہام ہیں۔ اس لیئے ان کی دلچسپیاں چونکہ دوسری طرف زیادہ ہیں اس لیئے جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان کے ساتھ وہ صرف اتنی دلچسپی رکھ سکتے ہیں کہ کسی نے کوئی ع

شکایت کی مولانا نے ازراہ خدمت جماعت اخبار میں درج فرما کر مناسب نوٹ لکھ دیا، بس چھٹی ہوئی۔ دراصل مولانا کے دکھوں کا علاج ہمارے پاس نہیں یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے کہ وہ مولانا کے قلبی دکھوں کا مداوا فرمائے۔

مولانا ندیم کوموی مولانا ندیم کوموی کا ایک گرامی نامہ جریدہ اہلحدیث مؤرخہ یکم اپریل سنہ ۱۹۵۱ء میں شائع ہوا مولانا اگر بذریعہ ڈاک مجھے براہ راست خطاب فرماتے تو شاید اس طریق سے بہتر ہوتا تاہم جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے خلوص سے فرمایا ہے اس لئے لہجہ کی تلخی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں اس میں کوئی سختی ہے بھی نہیں واقعات ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

جمعیۃ اہلحدیث مغربی پاکستان کے جہاں تک دفتری کام کا تعلق ہے قریباً آپ کا ارشاد حرف بحرف صحیح ہے اور اس کے کچھ وجوہ ہیں۔

۱۔ میں بعض وجوہ کی بنا پر نظامت کا بوجھ اٹھانے کے لئے بالکل تیار نہ تھا احباب کے تقاضا پر اس شرط سے قبول کیا تھا کہ احباب کا تعاون حاصل ہو میں تمام احباب، ممبران جمعیۃ اور رفقائے کار سے دریافت کر سکتا ہوں کہ آپ حضرات نے دفتر سے کہاں تک تعاون فرمایا، کوئی مشورہ دیا بلکہ دفتر کی طرف سے جو خطوط بھیجے گئے چند ایک دوستوں کے سوا جواب تک کی زحمت گوارہ نہیں فرمائی گئی

۲۔ اخبار جماعت کا تھا اس کا نفع اور نقصان جماعت کا فائدہ اور نقصان ہے ہم نے بحمد اللہ جماعت کو ذاتی منفعت کے لئے کبھی استعمال نہیں کیا نہ ہی ہم اس کو دیانتہً جائز سمجھتے ہیں اس صراحت کے باوجود جب فیصلہ جماعت مختلف جماعتوں اور احباب کو لکھا، بعض حضرات نے جواب تک کی تکلیف نہ فرمائی ندیم صاحب فرمائیں کہ میں ان اصحاب کہف کی نیند سونے والوں کو کیسے جگا دوں۔

۳۔ مولوی عبد المجید صاحب نے بھی جمعیۃ تبلیغ کی نظامت سنبھال رکھی ہے اور ان کا اخبار جمعیۃ تبلیغ کا ترجمان ہے وہی فرمائیں کہ جمعیۃ تبلیغ [illegible] عرض

کیا ہے اس کے باوجود جمعیت کے صدر تو بالالتزام کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے ہیں لیکن ہمارے صاحب صدر کے قلم میں جنبش ہی نہیں فرماتیے جب اتنی اہم شخصیتوں کا یہ حال ہو تو میں معجزات کہاں سے لاؤں، اس کے باوجود عرض کرتا ہوں کہ جمعیۃ اہلحدیث پاکستان کی حالت جمعیت تبلیغ سے یقیناً بہتر ہے۔

۴۔ میری مشغولیتوں کا یہ حال ہے کہ مدرسہ کی تدریس اور اہتمام دونوں میرے متعلق ہیں مقامی جماعت میں بھی کافی حد تک دخل دینا پڑتا ہے شہری اور مقامی حوادثات سے بالکل بے تعلق رہنے کی عادت نہیں سیاسیات سے بھی تھوڑا بہت تعلق رکھنا ضروری سمجھتا ہوں اپنی ذاتی مشغولیتیں اس کے علاوہ ہیں قوت قدسی کا بھی دعویٰ بالکل نہیں، ان حالات میں آخر آپ حضرات کیا چاہتے ہیں کہ آپ کے خط کا جواب بذریعہ الاعتصام کیوں دیا گیا۔ جو خطوط براہ راست دفتر میں آئیں عموماً ان کے جواب لکھتا ہوں یا لکھواتا ہوں اگر آپ حضرات میں کوئی صاحب نظامت سنبھالنے کے لئے تیار ہوں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں میں پھر بھی خدمت کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

۵۔ مولوی اسحاق صاحب کو بطور نائب ناظم رکھا تھا لیکن اخبار کا کام اتنا ہے کہ وہ بیچارے اس سے مشکل عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔

۶۔ معاملہ روپے کا ہے جماعتی نظم کا اختلال ہمارے بزرگوں سے ہمیں ورا ثت میں ملا ہے۔ علماء کی انفرادی ضروریات جماعتی فنڈ کی راہ میں حائل ہیں۔ مولوی عبدالمجید صاحب ہی فرمائیں کہ کیا وہ اخبار جمعیت تبلیغ کے سپرد کر سکتے ہیں اس طرح کہ وہ خود بالکل بے تعلق ہو جائیں سیالکوٹ کی جمعیت نے جب اخبار مولانا موصوف سے لیا تو معلوم ہے وہ کس گندگی سے ختم ہوا۔ تفصیل کے لئے حافظ محمد شریف سے دریافت فرمائیے کون اس راہ میں حائل ہیں جب تک جمعیت کے پاس فنڈ نہ ہو کام میں وسعت نہیں ہو سکتی۔

۷۔ آپ حضرات کبھی کبھار محض کسی کے کہنے کہلانے تخریبی انداز سے تنقید فرماتے ہیں کاش تعمیری مشوروں سے نوازش فرما سکیں تو ہم سب کو اس سے

فائدہ ہو۔

۸۔ حضرت مولانا ثناء اللہ صاحبؒ سے دہلی میں جو گفتگو ہوئی معلوم نہیں وہ آپ کے حافظہ میں کیوں نہیں رہی، کانفرنس کی صدارت کی بحث تھی جس کی تفصیل حضرت مولانا کے انتقال کے بعد ایک ناخوشگوار قصہ ہوگا ورنہ اس کی پوری تفصیلات میرے ذہن میں ہیں یہاں بحمداللہ اس کا کوئی سوال ہی نہیں جب آپ صاحب چاہیں، اقامت حاضر ہے جو صاحب کام کر سکتے ہیں تشریف لائیں، یہاں نہ استبداد ہے نہ مطلق العنانی، صدر محترم نے پچھلے اجلاس میں اعلان فرمایا تھا کہ جو صاحب صدارت فرمانا چاہیں تشریف لائیں مگر جماعت نے صدارت کا معاملہ خود اسی وقت نظر انداز کر دیا۔

۹۔ اس کے باوجود نہ میں مایوس ہوں اور نہ ہی میں نے گھٹنے ٹیک دیئے ہیں بلکہ اپنی بساط کے مطابق کام کر رہا ہوں خواص سے ضرور بدگمانی ہے۔ لیکن عوام جماعت میں ابھی زندگی کی رمق موجود ہے کاش قیادت اپنے فرائض کو محسوس کرے اور خواص تنقید سے زیادہ عمل کی طرف قدم اٹھائیں تنقید اور خصوصاً تعمیری تنقید جماعتی زندگی کی روح ہے لیکن کام چور دوستوں کی تنقید بے قیمت جنس ہے جس کا کوئی سمجھدار آدمی خریدار نہیں ہو سکتا ؎

پیش آنکس برد کہ خریدار تست

(انتہی)

جماعت اہلحدیث صوبہ سرحد

الاعتصام
شمارہ نمبر ۲۵ جلد ۲
۱۱ر شعبان ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۸ر مئی ۱۹۵۱ء

حضرت مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ صاحب مرحوم کے انتقال سے جو خلا پیدا ہوا ہے اُسے پاٹنا بظاہر ناممکن ہے لیکن سب سے بڑی مصیبت یہ ہے محترم مرحوم کے بعد جماعت کے متعلق عام تعارف کسی کو بھی نہیں اس وقت جماعت میں جس قدر بزرگ پاکستان یا ہندوستان میں موجود ہیں ان میں کسی کی شناسائی پورے دونوں منطقوں میں نہیں تمام بزرگوں کے تعارفی دائرے سے مخصوص حلقوں تک محدود ہیں۔

مرحوم کی واقفیت پورے ہندوستان اور پاکستان کے منطقہ میں تھی پھر یہ شناسائی افراد واشخاص تک ہی محدود نہ تھی بلکہ افراد کی ذاتی صلاحیتوں تک سے مولانا کی مردم شناس طبیعت آگاہ تھی۔

جماعت کے ایک ایک فرد اس کے جائے قیام، جماعتی صلاحیت کار اور طبیعت کے رجحان تک سے موصوف آگاہ تھے اپنے ساتھیوں میں مجھے خیال تھا کہ میری واقفیت زیادہ ہے لیکن تجربہ سے معلوم ہوا کہ جماعت کا حلقہ بحمد اللہ بہت وسیع ہے اور ہماری کوششوں کے بغیر یہ حلقہ روز بروز وسیع تر ہوتا جارہا ہے صحیح تنظیم کے فقدان کے باوجود ترقی کی رفتار بحمد اللہ تسلی بخش ہے، ملک کے دور افتادہ کونوں اور پہاڑیوں کی وادیوں میں جماعت اپنی سچائی اور دل پذیر اصولوں کی بدولت ترقی کر رہی ہے۔

جھنگڑہ مولوی محمد ادریس صاحب نے راولپنڈی سے جلسہ جھنگڑہ سے متعلق اطلاع دی مجھے خیال بھی نہیں تھا کہ اس گردوپیش میں بھی اہل سنت والحدیث کی کوئی جمعیت ہوگی۔ مظفر آباد، مانسہرہ، پکھلی وغیرہ میں توحید وسنت

کے اثرات کا کم ذیشعور تھا مگر حویلیاں کے ماحول سے مجھے بالکل لاعلمی تھی وہاں پہنچ کر خوشی ہوئی کہ ایبٹ آباد روڈ پر سلطان پور کے پاس دامن کوہ میں یہ بستی آباد ہے۔ حویلیاں سٹیشن سے ڈھائی میل کے قریب یہ بستی ہوگی۔ موسم معتدل، پہاڑوں کی چوٹیاں سرسبز، پانی بافراط اور خوشگوار ہے، یہاں پر مولانا عبدالغنی صاحب کا وجود غنیمت ہے مولانا خاموش اور مخلص بزرگ ہیں آپ کی تعلیم و تربیت سے مولوی عبداللہ صاحب اور حکیم برق ایسے نوجوان اپنی قوتِ عمل اور بصیرت کے لحاظ سے جماعت کے مستقبل کے لئے نیک فال ہو سکتے ہیں خدا تعالیٰ ان نوجوانوں کو توفیق دے کہ وہ ذاتیات سے اونچے ہو کر جماعت کے مفاد کو مقدم رکھ سکیں بعض ذاتی منافرتات کی وجہ سے یہاں جماعت کے مفاد کو بے حد نقصان پہنچ رہا ہے ورنہ اس علاقہ میں کام کے لیئے بہترین میدان ہے اگر یہاں نظم و ضبط سے کام لیا جائے تو دینی مفاد کے علاوہ سیاسی اور معاشی فوائد بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔

خاں مہدی زمان خاں صاحب

اسی ماحول کے احباب سے خاں مہدی زمان خاں آف کھلابٹ کو میں دیر سے جانتا تھا خاں موصوف نہایت راسخ العقیدہ موحد ہیں اور علی وجہ البصیرۃ اس مسلک کے پابند ہیں ان کا سیاسی ذوق بھی دیانت کی پابندیوں سے آزاد نہیں، عموماً پنجاب کا سفر فرماتے ہیں تو ضرور ملتے ہیں خاں صاحب کو اگر ہزار داستان بھی کہا جائے تو بجا ہے وہ ہر موضوع پر سیر حاصل گفتگو فرماتے ہیں خلافت، کانگریس اور احرار کے سیاسی کارناموں سے ان کا دماغ لبریز ہے ان تمام جماعتوں میں تھوڑا بہت کام بھی کیا ہے احراری طریق کار کے وہ برسوں مداح رہے ہیں اور اس میں کام کرتے رہے ہیں لیکن میں یقین رکھتا ہوں کہ جماعت کے نظم و ضبط کی مساعی سے ان کا اعمالنامہ یقیناً خالی ہوگا۔ حالانکہ وہ اپنے وسیع اثر و رسوخ سے بہت کچھ کام کر سکتے ہیں، خاں صاحب معاف فرمادیں، یہ ایسی شکایت ہے جہاں معذرت سے کام نہیں چلے گا۔

سرحدی احباب نے بھی ان کی اس بے عملی کی بہت شکایت کی، سرحد کے اہل توحید شاکی تھے کہ خاں صاحب الیکشن پر تو ہزاروں روپیہ صرف فرما سکتے ہیں

کی جماعت کا خزانہ ہمیشہ ان کے تارِ گی بخل کا شاکی رہا وہ اپنے علاقہ کے رؤسا میں شمار ہوتے ہیں لیکن جماعت ان کے لیسے کارناموں سے یکسر محروم ہے۔

ہم بذریعہ الاعتصام خاں صاحب سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے صوبہ میں پوری توجہ اور انہماک سے کام کریں، اللہ تعالیٰ ان کی دینی اور دنیوی مزدورتوں کے لئے حالات سازگار بنا دے گا اور انہیں اجرِ جزیل عطا فرمائے گا۔

مولانا محمد ادریس صاحب تھیا گلی شیخ عبدالرحمٰن صاحب شیشہ والے پشاور، ایم اے، صاحب زادہ صاحب ایل۔ایل۔بی صدر جمعیۃ اہلحدیث مردان اور احباب سرائے صالح و دیگر مخلصین جماعت دہری پور ہزارہ باہم مل کر اپنے حلقہ کی جمعیۃ کو منظم کریں اور کام کو باہمی تعاون سے مضبوط کریں۔ باطل پرست جماعتیں آپ کے سامنے ترقی کر رہی ہیں اور آپ صرف تماشائی کا فرض انجام دے رہے ہیں ۔

ہرچہ انہفتم رخ و دیو در کرشمہ و ناز   بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

جس قدر جلد ممکن ہو سکے خاں مہدی زمان خاں صاحب ان تمام احباب اور دوسرے بزرگوں کو جنہیں جماعت کے معاملات سے ہمدردی ہو اور جماعت کے لئے مفید ہو سکیں بلائیں اور نتائج سے دفتر کو مطلع کریں۔ دفتر کی خدمات اس کے لیے حاضر ہیں۔

مولانا عبدالغنی صاحب جھنگڑ و علیل ہیں، احباب دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت عاجلہ عطا فرمائے

محمد اسمٰعیل
ناظم اعلیٰ جمعیۃ اہلحدیث مغربی پاکستان

(انتہیٰ)

ہمارا سالانہ قومی اجتماع اور ہمارے فرائض

الاعتصام شمارہ نمبر ۲۴ جلد نمبر ۶
۱۹ جمادی الاول ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۴ جنوری ۱۹۵۵ء

متحدہ ہندوستان میں اہلحدیث مسلک رکھنے والے لوگوں کی تعداد لاکھوں سے متجاوز تھی۔ ہزاروں متبحر اور جید علماء تھے۔ سینکڑوں مدارس تھے لیکن نظم ونسق کے اعتبار سے بے حسی جمود کی حد کو پہنچی ہوئی تھی بعض حساس طبائع نے نظم جماعت کے لیے اگر کوئی کوشش کی بھی تو ایسی رکاوٹیں درمیان میں حائل ہوگئیں کہ یہ کوششیں اخلاص اور ہمدردی کی پوری پونجی کے باوجود کامیابی سے ہمکنار نہ ہوسکیں اس دوران میں ملک تقسیم ہوگیا خون کی ایک گہری اور طویل لکیر نے برصغیر کو دو حصوں میں بانٹ دیا نقشہ عالم پر پاکستان کا وجود ابھر آیا اسلامیان ہند کی کثیر تعداد ستلج اور راوی کی سرحدیں عبور کرکے پاکستان کے دارالامن میں داخل ہوگئی جس میں اہلحدیث کے علاقے کے علاقے بھی شامل تھے ان کے علاوہ بحمداللہ پاکستان میں پہلے سے اہلحدیث کی معقول آبادی تھی تقسیم کے نتیجہ میں ہندوستان سے آئے ہوئے اور پاکستان میں پہلے سے سکونت پذیر اہلحدیث کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی مگر انتشار اور بدنظمی کی سی کیفیت وہی رہی جو تقسیم سے قبل تھی لیکن یہ کیفیت بہت جلد ختم ہوگئی بعض مخلص اور دردمند حضرات کی بے لوث مساعی سے انتشار اور بدنظمی اتحاد اور تنظیم سے بدل گئی یعنی جولائی ۱۹۴۸ء میں لاہور میں مغربی پاکستان کی جماعت کے مقتدر علماء اور معزز ارکان کا اجتماع بلایا گیا جس میں "جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان" کے نام سے نظم جماعت کی بنیاد رکھی گئی الحمدللہ

علی ذٰلک حمداً کثیراً۔

ابتدا میں وسائل کی کمی اور ذرائع کی قلت کے سبب ہم اپنے کام کی رفتار کو اگرچہ زیادہ وسیع نہ کر سکے مگر اس پر قانع کبھی نہیں ہوئے اور اپنی بساط کے مطابق کچھ نہ کچھ کرتے ہی رہے۔

اواخر مئی ۱۹۴۹ء میں ہماری پہلی کانفرنس لاہور میں ہوئی جس سے ہمارے حوصلے پہلے سے بڑھ گئے ولولے جاگ اُٹھے جذبات بیدار ہو گئے قوتِ احساس میں اضافہ ہوا اور ہمیں اپنی صلاحیتوں کے جانچنے اور طریق کار کی سمتوں کو متعین کرنے کا موقعہ ملا اور اس کے ساتھ ہم نے محسوس کیا کہ اس زمانہ میں یہ نہایت ضروری ہے کہ ___ اپنا ایک جماعتی اخبار ہو ___ چنانچہ "الاعتصام" کا اجراء عمل میں لایا گیا۔ "الاعتصام" نے جماعت میں نئی بنیادوں پر کام شروع کیا جماعت میں نئی روح پیدا کرنے کی کوشش کی اور جماعت میں جدید طرح صحافت کی بنیاد رکھی اور اس کے ذریعے ہماری آواز دیہات، قصبات اور بلاد میں پہنچی۔

اگست ۱۹۵۲ء میں ہم نے اپنی تنظیمی مہم کو موثر اور ہمہ گیر بنانے کی غرض سے رکن سازی کا آغاز کیا اور تھوڑے عرصہ میں ہماری رکنیت ساٹھ ہزار کے لگ بھگ پہنچ گئی اور کوئی پانچ سو کے قریب مقامات پر جمعیتیں قائم ہو گئیں اسی اثناء میں ہم نے فیصلہ کیا کہ مارچ ۱۹۵۳ء میں سالانہ کانفرنس لائل پور میں منعقد کی جائے مگر فروری میں تحفظ ختم نبوت کی طوفان خیز تحریک سے ملک کی پرسکون فضا بے حد تلاطم ہو گئی ہمارے علماء اور با اثر حضرات جیل میں چلے گئے اور پروگرام دل کا دل میں رہ گیا۔ کچھ عرصہ بعد جب جذبات میں اعتدال اور فضاء میں سکون پیدا ہوا اور اکابر جماعت قید خانوں سے باہر آئے تو ہم نے دوبارہ فیصلہ کیا کہ مارچ ۱۹۵۴ء میں سالانہ کانفرنس لائل پور میں کی جائے مگر راستہ میں قانون کی سنگین دیوار کھڑی کر دی گئی اور ضلع بھر میں دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ نے ہماری تمناؤں کا خون کر دیا ہم نے لائلپور کے بجائے اپریل ۱۹۵۴ء میں اپنی سالانہ کانفرنس ملتان میں کی بحمد اللہ ملتان کانفرنس بھی کامیاب کانفرنس رہی اور ملک کی تمام جماعتوں اور افراد نے مرکز سے کلی تعاون

کا عملی مظاہرہ کیا۔

ملتان کانفرنس کے بعد ہم نے جو اہم کام کیئے ان میں "ادارہ اشاعۃ السنۃ" کی تاسیس ایک ایسا کام ہے جو آج تک جماعت کی تاریخ میں جماعتی لحاظ سے کبھی نہیں ہو سکا تھا اس ادارہ کے اہتمام میں چند ایک کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور کچھ مزید کتابیں انشاء اللہ لائل پور کانفرنس کے موقعہ پر ہم آپ کی خدمت میں پیش کر سکیں گے۔

تنظیم برائے تنظیم نہ کوئی کام ہے اور نہ اس کو ہم نے کوئی حیثیت دی ہے اصل چیز وہ ہے جو تنظیم کے ذریعے ہم کرنا چاہتے ہیں لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ ہماری جماعت مضبوط ہو اس کی بنیاد اور اساس مستحکم ہو اور ہر اعتبار سے اس میں مرکزیت کا جذبہ موجزن ہو۔ اس کے افراد اپنی اپنی جگہ اتنے مضبوط اور پختہ ذہن ہوں اور ان میں جماعتی زندگی کا عملی احساس اس درجہ راسخ ہو کہ ان کی نظریں مرکز کی طرف لگی رہیں اور کوئی کام مرکز کی ہدایت اور مشورہ کے بغیر انجام نہ دیں یہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ اتنی بڑی جماعت کے اکثر افراد کا حال قریب قریب شتر بے مہار کا سا ہے ان کو جو جماعت جب چاہے استعمال کر لیتی ہے اور یہ اس کی سیاسی چالبازیوں کے پھندوں میں نہایت آسانی کے ساتھ پھنس جاتے ہیں اور مرکز سے استصواب کی کوئی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے یہ چیز ہمارے جماعتی پندار کے سراسر منافی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا جس طرح ایک علمی اور مسلکی مقام ہے اسی طرح ہمارا سیاسی موقف بھی متعین ہو اور کوئی سیاسی و نیم سیاسی جماعت ہمارے افراد کو استعمال نہ کر سکے یہ چیز پیدا کرنا بڑا ضروری ہے لیکن یہ اس وقت پیدا ہو سکتی ہے جب ہم میں مرکزیت ہو اور ہر ہر معاملہ میں ہم اس کی طرف رجوع کریں اور اپنے سیاسی و عملی معاملات میں اس سے استصواب کریں اور ہماری رائے وہی ہو جسے مرکز پسند کرے ہر ہر فرد اور ہر ہر جماعت کی مرضی اور اس کی آواز مرکز کے تابع ہو حتی کہ ان کی زکوٰۃ، ان کے عشر اور ان کے عطیات کی تقسیم بھی اس طریق سے ہو

کہ ان میں مقامی اور مرکزی بیت المال کے حصص متعین ہوں اس طرح ہمارے تبلیغی اجتماعات ہوں اور یہی کیفیت ہمارے دینی مدارس میں کار فرما ہو ان کے نصاب میں اور طریق تعلیم میں پوری پوری وحدت اور یکسانی ہو۔ مغربی پاکستان کے اس سرے سے لیکر اس سرے تک سبھی مدارس نظم و نسق کی سلک میں منسلک ہوں اور ان کی زمام اختیار مرکز کے ہاتھ میں ہو اسی طرح ہمارے مجوزہ دار العلوم کے بارہ میں ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس کی حیثیت ایک جماعتی یونیورسٹی کی ہو اور جماعت کے تمام دینی مدارس اس سے ملحق و منسلک ہوں اور وہ ایک نوع کا نگران ادارہ ہو اس کے اساتذہ اور تلامذہ کا علمی اور ذہنی معیار اتنا بلند ہو کہ ہم ان پر فخر کر سکیں اور ان سے ہر قسم کے تعلیمی، تبلیغی اور تدریسی کام لے سکیں اور ان کے علم و فضل سے جماعت مستفید ہو۔

علاوہ ازیں ادارہ اشاعۃ السنۃ کے ذریعہ قرآن مجید اور علم حدیث کی خدمت کرنا ہمارا اولین مقصد ہے۔ تین ترجموں والا نایاب قرآن مجید احسن الفوائد کے حاشیہ کے ساتھ شائع کرنا (جس کی ایک منزل شائع ہو چکی ہے۔) حدیث کی درسی کتابیں اور ان کے بہترین تراجم شائع کرنا۔ مشکوٰۃ شریف غزنوی فوائد کے حاشیہ کے ساتھ شائع کرنا یہ سب چیزیں ہمارے پروگرام میں شامل ہیں اور بحمد اللہ اس کے لئے ہم قدم اٹھا چکے ہیں ضرورت آپ کے مخلصانہ تعاون اور ہمدردانہ وابستگی کی ہے پھر اضلاع میں مبلغین کا تقرر ہمارے لئے ایک ضروری مسئلہ ہے جس کو ہم نے لائل پور کانفرنس کے بعد زیرِ عمل لانا ہے۔

اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو مؤثر بنانے کا ایک طریقہ ہمارے پروگرام میں یہ ہے کہ مغربی پاکستان کے چند معروف مرکزی شہروں میں ہوسٹل کھولے جائیں اور اس قسم کا اہتمام کیا جائے کہ جماعت کے جو طالب علم سکولوں اور کالجوں میں زیرِ تعلیم ہیں ہم ان کی تربیت کر سکیں اور ان سے ہمارا اتنا گہرا رابطہ ہو کہ تعلیم کے بعد بھی ان سے ہمارے مراسم قائم رہیں اور کسی صورت ہمارا ان کا رشتہ ٹوٹنے نہ پائے کہ ہماری نئی نسل جو سکولوں اور کالجوں میں تعلیم پا رہی ہے ہم سے آشنا اور جماعت

سے منسلک رہے علاوہ اس کے "الاعتصام" کی ترتیب و تہذیب میں نمایاں تبدیلی اور ضخامت میں اضافہ کا معاملہ بڑا ضروری ہے۔

یہ سب امور ایسے ہیں جن کا تعلق لائل پور کانفرنس کے ساتھ وابستہ ہے اور ان پر جو اخراجات اٹھیں گے وہ آپ سے مخفی نہیں ان تمام مصارف کے لئے ابتدائی رقم کی فراہمی کتنی ضروری ہے یہ آپ جانتے ہیں اور ان امور کی اہمیت کو بھی آپ خوب سمجھتے ہیں لہذا آپ کا فرض ہے کہ آپ جلد سے جلد ساتھ زیادہ سے زیادہ تعاون کریں تاکہ کام کی رفتار میں پیسے کا مسئلہ حائل نہ ہو۔

محمد اسمٰعیل

ناظمِ اعلیٰ مرکزی جمعیۃ اہلحدیث مغربی پاکستان

(انتہیٰ)

خطبۂ استقبالیہ

مرکزی جمعیۃ اہلحدیث مغربی پاکستان کانفرنس

منعقدہ گوجرانوالہ ۱۲-۱۳-۱۴ اکتوبر ۱۹۵۶ء

جسمیں مولانا محمد اسمٰعیل صاحب نے ارشاد فرمایا۔

الاعتصام شمارہ نمبر ۱۲ جلد نمبر ۸
۱۹ اکتوبر ۱۹۵۶ء مطابق ۱۴ ربیع الاول ۱۳۷۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ الحمد للہ وکفی والصلوۃ والسلام علی سید الاصفیاء وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ السادۃ الاتقیاء اللھم صل وسلم ما نور النیران جو السماء واضاء نور السنۃ شغاف القلوب بضیاء الاھتداء

اخوانِ کرام ! بارش، سیلاب، راستوں کی صبر آزما تکالیف اور فصل ربیع کی تیاری کے جن ایام میں آپ نے سفر کی صعوبت برداشت فرمائی ہے آپ کے خلوص اور جماعت کے ساتھ وابستگی کی یہ کھلی دلیل ہے اس پُر خلوص عمل کے لیئے سیاہ کار قلم اگر رسمی شکریہ کی جرأت کرے تو یہ صرف جسارت ہوگی۔ مناسب یہی ہے کہ میں ”ایاز قدر خود بشناس“ کہہ کر رسم میزبانی سے سبکدوش ہونے کی کوشش کروں خدائے قدوس سے دعا ہے کہ وہ اس اخلاص سے بھرپور عمل کو قبول فرمائے اور آپ کو اس

کی پوری جزاء مرحمت فرمائے۔ مزید اخلاص اور جماعت کے ساتھ وابستگی اور تعاون کی توفیق ارزانی فرمائے۔ وقولی لکم اھلا وسھلا ومرحبا

گوجرانوالہ حضرات! جس شہر میں آپ تشریف فرما ہیں یہ کوئی پرانا تاریخی شہر نہیں۔ آخری مغل سلطان بہادر شاہ کے وقت یہ ایک گاؤں تھا آج سے تقریباً چار سو سال قبل خاں نامی ایک زمیندار نے جو سانسی قوم سے تعلق رکھتا تھا اس کی بنیاد رکھی اس کے بعد ایک زمیندار قوم گجر نامی اس میں آباد ہوئی۔ اسی سبب سے اس کا نام "گجرانوالہ" مشہور ہوا جسے زبان کے تغیرات نے "گوجرانوالہ" بنا دیا۔ آج ایام کی گردش نے بانی اول اور گجر قوم دونوں کو اپنی عادت کے مطابق طاق نسیان پر رکھ دیا ہے اور غالباً ان کی نسل سے ایک فرد بھی شہر میں موجود نہیں تلك الایام نداولھا بین الناس

سکھ اور گوجرانوالہ چڑت سنگھ راجہ رنجیت سنگھ کے دادا اپنے گاؤں راجہ سانسی سے آکر یہاں آباد ہوئے اور بتدریج اس گاؤں نے قصبہ کی صورت اختیار کی راجہ رنجیت سنگھ یہیں پیدا ہوئے سکھ ایسی مشہور اور عاقبت نااندیش قوم کی تاریخ اس شہر سے وابستہ ہو گئی انگریزی عملداری میں یہاں پر سٹیشن بنا اور اسے ضلع کا صدر مقام قرار دیا گیا اور یہ قصبہ شہر بن گیا جس کی آبادی ۱۹۴۷ء سے پہلے قریباً ۹۰ ہزار تھی اب غالباً ۲ لاکھ سے متجاوز ہے کپڑے برتنوں اور بعض دوسرے کاروبار کے لئے بہترین منڈی ہے اور تجارت کے لحاظ سے ایک اہم مرکز۔

سکھ قوم اور اہلحدیث حاضرین کرام! سکھوں کے ساتھ آپ کو بھی کچھ تاریخی تعلق ہے سکھ قوم مسلمان بادشاہوں کی دشمن نوازیوں کا زندہ ثبوت ہے سکھ شاید بھول چکے ہوں لیکن تاریخ شاہد ہے وہ مغل بادشاہوں کی غلط نوازی بلکہ ایک غلط خواب کی ایک غلط تعبیر ہیں ان دشمن نواز بادشاہوں کی بدولت سکھوں کو حکومت ملی قزاقی اور راہزنی کی راہ سے جو لوگ حکومت کی بلندیوں تک پہنچتے ہیں وہ نہ رعیت پروری جانتے ہیں نہ آئین

اندازی؛ اس لیئے سکھ اور ظلم قریباً دو ہم معنی لفظ سمجھے گئے۔
سکھوں کے مظالم، تاریخ کی مسلمہ حقیقت ہیں اور ہندوستان میں تحریک اہلحدیث جو ان مظالم کی صدائے بازگشت ہے آپ کی دینی اور سیاسی زندگی کے دو عظیم المرتبہ اور مقدس راہنما حضرت مولانا سید احمد شہید اور مولانا سید اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہما سکھ استبداد کی وجہ سے میدان کارزار میں اترے اور چند برسوں میں سکھوں کے جبر و استبداد کی کمر توڑ کر رکھ دی اگر انگریزی سیاست کی عیاری اور بعض آبرو باختہ جماعتوں کی غداری اور انگریز کے ساتھ تعاون نہ ہوتا تو ہندوستان کا جغرافیہ بالکل مختلف ہوتا پاکستان کی سرحد واہگہ کے بجائے کلکتہ سے کہیں پہلے ہوتی سے

ماکل یشتھیہ المرء یدرکہ تجری الریاح بمالا تشتھی السفن

عساکرِ توحید کا پارینہ یہ پارینہ جھنڈا جو آپ کے قریب لہرا رہا ہے کبھی ستاروں کا ہمراز تھا اور ملائکہ سے ہمکلام۔ یہ سید شہید کے ان عساکر کا جھنڈا ہے جو اسلام کی سربلندی کے لیئے سکھ استبداد اور برطانوی عیاری سے برسوں برسرپیکار رہے یہ جھنڈا کالا باغ علاقہ ہزارہ کے اہلحدیث حضرات کے پاس محفوظ تھا جن کے آباؤ اجداد برسوں ان مقدس عساکر میں داد شجاعت دیتے رہے یہ حضرت کراؤل قوم سے تعلق رکھتے ہیں جو ہزاروں کی تعداد میں نتھیا گلی کے قریب اپنے مسلک اور روایات کی حفاظت فرماتے ہوئے ان دور افتادہ پہاڑوں میں زندگی بسر کر رہے ہیں موجودہ آزاد کشمیر پر حکومت پاکستان کا قبضہ انہی حضرات کی مساعی کا مرہون منت ہے اور شاید ان سرحدوں کی حفاظت میں بھی یہ سادہ دل حضرات کونے کا پتھر ثابت ہوں۔ شکر اللہ مساعیہم آمین! آج یہ جھنڈا رزم کے میدانوں سے بہت دور آپ کی اس بزم کی زینت ہو رہا ہے اور اپنے پرشکوہ ماضی کی خاموش حکایت بلکہ کفر و فسق شرک و بدعت کے مظالم کی ایک دردناک شکایت ہے اور بس۔
اصحابِ عظام! آنسو دس کو روکیئے تھوڑی دیر ٹھہریے اور دماغ میں اپنی گذشتہ

رفعتوں کا تصور لائیے اور سوچیئے کہ آپ کہاں تھے اور اب کہاں ہیں غور کیجیئے یہ مسافر کہاں سے بھٹکا کہاں پہنچا اور اب اسے کہاں جانا ہے جو قدم اٹھانا ہے اسے سوچ کر اٹھائیے عزم وضبط سے اٹھائیے واللہ معکم ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم۔

مسلک اہلحدیث عروج وزوال کے مراحل میں

حضار کرام! تحریک اہلحدیث کا آغاز قرونِ خیر سے ہوا اور ان صدیوں میں عروج وزوال کے کئی مراحل سے تحریک گذری۔ یہ تاریخ کا مسئلہ ہے جسے آپ مجھ سے کہیں زیادہ جانتے ہیں اس پر کیسے کیسے انقلابات گذرے اور سخت جان تحریک ان مصائب سے بیچ نکلنے میں کس طرح کامیاب ہوئی یہ سب حوادث تاریخ کی امانت ہیں اس کی تفصیل وہیں ملے گی۔ خروج اور رفض، تجہم واعتزال سے یہ تحریک کیسے نبٹی۔ مستبد اور ظالم اقتدار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان بے نوا فقیروں نے کیا کچھ کیا۔

تحریک اہلحدیث پاک وہند میں

لیکن ان ممالک میں اس کی نشاءت کیسے ہوئی یہ مقدس تحریک کن مراحل سے گذری؟ اسے اختصار سے سن لیجیئے۔ شاید اس کی روشنی میں مستقبل کے لئے آپ کو کچھ سوچنا پڑے۔ ہندوستان میں بدعات کے شیوع اور علوم سنت کے فقدان اور فقہی جمود کے استیلاء کا احساس آج سے برسوں پہلے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کو ہوا۔ مغل حکومت کے سیاسی انحطاط نے وقت کی سیاسیات کو بھی اسی اصلاحی پروگرام کا جزو لاینفک بنا دیا اس پروگرام کی تکمیل کے لیئے آخری اور اہم کوشش حضرت سید اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متعدد رفقاء نے فرمائی۔

یہ پروگرام عروج وزوال کے مراحل سے گذرتا ہوا تدریجی طور پر موجودہ پاکستان کی صورت میں ظاہر ہوا ——— معلوم ہے کہ ان حضرات کے ذہن

میں پورے ہندوستان میں ایک دینی نظام کے قیام کا تصور تھا وہ اس مملکت کو اس سے بہت زیادہ وسیع دیکھنے کے خواہشمند تھے تاہم جو کچھ ہوا یہ ان کی مساعی کا بہت حد تک مرہون ہے۔

اس پروگرام کے سیاسی حصّے کو جس سنگین تصادم سے سابقہ پڑا اور اس کے قائدین کو جن خار دار اور سنگلاخ راستوں سے گذرنا پڑا وہ جماعت کے لئے سرمایۂ صد افتخار رہے اور معلوم ہے کہ ـــــ اہلحدیث اس راہ میں اکیلے نہیں ہندوستان کے دوسرے نیک دل اصحاب فکر اس سفر کی ہر منزل میں ان کے ساتھ شریک رہے ـــــ دیر پا ٹھنڈے اور گرم محاربات کے بعد یہ جزدی کامیابی حاصل ہوئی جس کی دینی حیثیت ہنوز قابلِ اطمینان نہیں تاہم اس تصور نے ایک دل پسند وجود اختیار کر لیا جسے آج ہم پاکستان کہہ رہے ہیں ہم آرزومند ہیں کہ یہ ٹھیک اسلامی مملکت بنے اور دنیا میں ایک نمونے کا ملک ہو۔

اسلامی دستور کی تشکیل، بدعات کی روک تھام اور علوم توحید و سنت کی اشاعت اور طریقہ سلف کی ترویج میں جو مصائب آئے ان کے تحمل میں جماعت کسی کو اپنا رقیب و سہیم نہیں سمجھتی اس راہ کی مصائب کو بہت حد تک ہمارے اسلاف نے برداشت فرمایا اور کافی حد تک کامیاب ہوئے۔ والحمد للہ علی ذلک۔

۱۸۵۷ء کے بعد

آزادی کی مقدس تحریک کی بظاہر ناکامی سے انگریزی مظالم کا دھارا بہہ نکلا ان سے تنگ آکر سیاسی پروگرام انڈر گراؤنڈ اور مخفی ہو گیا علوم کتاب و سنت کی ترویج و اشاعت کا نظام نمایاں ہو کر سامنے آگیا شخصی آراء و افکار سے آزاد رہ کر فقہاء محدثین کے نہج پر علوم سنت کی اشاعت کا سہرا حضرت شیخ الکل مولانا السید نذیر حسین، مولانا محمد بشیر سہسوانی، مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری، مولانا شمس الحق صاحب محدث صاحب عون المعبود، مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارک پوری، حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی استاذ ہند، حضرت مولانا حافظ عبدالمنان صاحب

وزیر آبادی، خاندان لکھویہ وغیرہم کے سر پر رہا۔ ان حضرات نے یہ خدمت اس خوبی سے انجام دی کہ اس کی ضیاء باریاں عجم سے عرب تک پہنچیں اور آپ جہاں جائیں آپ کو ایسے اساتذہ علم ملیں گے جن کی تشنگی کے لئے سیرابی کا سامان مدرسہ دہلی نے فرمایا ہے

اولائك آبائي فجئني بمثلهم
اذا جمعتنا يا جرير المجامع

تصنیف و تالیف

علوم کتاب و سنت کی تصنیف و تالیف، طباعت اور اشاعت میں بقیۃ السلف حضرت الامام نواب صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ نے خزانوں کے منہ کھول دیئے۔ جدید تصانیف کے علاوہ سلف کے قدیم ذخائر علوم کو مرحوم نے اس طرح بازارِ علم میں لاکر ڈال دیا کہ قرونِ وسطیٰ میں بھی اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اللهم اغفر له وارحمه وادخله الجنة

تصوف اور سنت

مغل دور میں گو تصوف کو بہت زیادہ مقبولیت حاصل تھی مگر اس کی قیادت خانقاہی نظام کے ہاتھ میں تھی وہ پورے کا پورا بدعات کی گرفت میں تھا اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جسقدر اسے حق سے قریب ہونا چاہیئے تھا وہ اسی قدر صداقت کی راہوں سے دور تھا اس کے بعض رہنماؤں پر فسق و فجور کی حوصلہ افزائی کا شبہ ہوتا تھا۔ للّٰہیت کا وہ مذاق یکسر ناپید تھا جس کی راہنمائی صحابہ اور آئمہ سنت رحمہم اللہ نے فرمائی تھی۔ رسمی اور ورزشی ورد و وظائف اور مشقیں تو خانقاہوں میں موجود تھیں لیکن ان میں سنت کی روح ناپید تھی سنت اور اخلاص کی حلاوت سے یہ پورا نظام محروم تھا اس کمی کو ملک الاتقیاء حضرت عبداللہ غزنوی نے پورا فرمایا افغانستان کی جامد سرزمین سے نکل کر حضرت عبداللہ غزنوی نے ہندوستان میں قدم رکھے علوم سنت کے ساتھ خلوص عمل کو حیات نو بخشی یہ وہی للّٰہیت تھی جس کی سرمستیوں سے صحابہ، تابعین اور آئمہ اربعہ رحمہم اللہ سرشار تھے جس کی

حلاوت سے حافظ اور رومی بہت حد تک ناآشنا تھے کوئی مجھے تصوف کا منکر کہے مگر ؎

مجھ کو بتوں سے عشق ہے کافر نہیں ہوں میں

گوجرانوالہ میں تحریک اہلحدیث

اس شہر میں تحریک اہلحدیث کا احیاء حضرت پیر میر حیدر صاحب خانپوری اور حضرت مولانا غلام رسول صاحب قلعہ میہاں سنگھ کے توسط سے ہوا اور مزید مدد حضرت الشیخ حافظ عبدالمنان صاحب محدث وزیرآبادی اور حضرت مولانا علاؤالدین صاحب مغفور کے دروس و مواعظ سے ملی اس کے ساتھ ہی حضرت مولانا محمد بکھوی رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی بھی شامل تھیں ۱۲۹۰ھ میں حضرت مولانا علاؤالدین صاحب رحمہ اللہ نے مستقل طور پر یہاں ڈیرہ ڈال دیا آپ کے رفقاء سے محلہ حاجی پورہ کے اہل توحید اور شیخ جھنڈو، حاجی پیر محمد، شیخ مبارک دین اور شیخ اللہ دتہ صاحب کی کوشش سے ایک مختصر سی مسجد تعمیر ہوئی۔ جس میں اہلِ توحید کو سر چھپانے کی جگہ ملی اور موجودہ عظیم الشان مسجد مرحوم مستری حاجی محمد عبداللہ صاحب اور صدرِ محترم الحاج اللہ دتہ حاجی محمد علی مرحوم اور ماسٹر غلام محمد صاحب ڈار اور ان کے رفقاء کی کوشش سے تعمیر ہوئی یہ سابقہ مسجد کی توسیع شدہ صورت ہے اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس کی تکمیل کر سکیں۔

جمعیۃ اہلحدیث گوجرانوالہ

جمعیۃ اہلحدیث گوجرانوالہ کی تاسیس ۱۹۱۵ء میں شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفا ثناءاللہ صاحب نے فرمائی وہ جب تک زندہ رہے جمعیۃ پر نظر عنایت فرماتے رہے۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ واجعل جنۃ الفردوس ماؤاہ۔ اب یہ جمعیۃ مرکزی جمعیۃ کے ساتھ ملحق ہے اور جمعیۃ ضلع کی شاخیں دیہات تک پھیلی ہوئی ہیں اور شکر ہے کہ شہری اور ضلعی دونوں جمعیتیں سرگرم عمل ہیں۔ اللھم زد فزد

جامعہ سلفیہ

حضار کرام! گذشتہ سال آپ نے جامعہ سلفیہ کی تاسیس کا فیصلہ کیا تھا اور مزید دو مربعہ زمین خرید کر اس میں جامعہ کی تعمیر کا خیال فرمایا تھا لیکن آپ کے خدام کی انتہائی اور مخلصانہ کوشش کے باوجود لائل پور میں کسی وسیع قطعہ کا انتظام نہ ہو سکا اس منصوبہ کی تکمیل میں بہرحال وقت صرف ہوگا۔ اس لیئے فیصلہ کیا گیا ہے کہ امسال حالات کچھ بھی ہوں جامعہ میں تعلیم کا کام شروع کر دیا جائے اور جو وقف شدہ اراضی موجود ہے اسے سردست استعمال میں لایا جائے اور بڑے منصوبہ کے لیئے کوششیں جاری رکھی جائیں اس کے ابتدائی انتظامات مکمل ہو چکے ہیں ضرورت ہے کہ آپ حضرات جمعیۃ اور جامعہ کو، مالی لحاظ سے مستغنی فرمائیں۔ وما ذالك على الله بعزيز۔

بیت المال

گذشتہ سال بیت المال کے متعلق مختصر سی تجاویز آپ نے پاس فرمائی تھیں اور ایک مجمل سا خاکہ بھی آپ کے سامنے تھا لیکن سیلاب کی تباہی اور سیلاب زدہ علاقوں میں مہینوں مسلسل کام کرنے کی وجہ سے دفتر اس طرف پوری توجہ نہ دے سکا اور نہ آپ حضرات "بیت المال" کے استحکام کے لئے کوئی مستقل کام ہی کر سکے اب ضرورت ہے کہ اسے اپنی توجہ کا مرکز بنایا جائے ——— بیت المال کے استحکام کی چند صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ صدقات اور زکوٰۃ پورے یا ان کا کچھ حصّہ جماعت کو دیا جائے۔

۲۔ الاعتصام کی اشاعت دس گنا بڑھانے کی کوشش کی جائے اور یہ آپ کا کام ہے۔

۳۔ جماعت کی مطبوعات کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے۔

۴۔ وقتی عطیوں سے جماعت کا خزانہ بھر پور رہے کام کی بنیاد دراصل "بیت المال" ہے اس کی طرف پوری توجہ دی جائے اور اس کے استحکام کے لیئے مزید تجاویز لائی جائیں ——— گذشتہ سال بھی یہ تذکرہ آیا تھا۔ امسال پھر وسیع غرباشی کی جارہی ہے۔ جامعہ کی تاسیس کے بعد بیت المال کا استحکام اور بھی ضروری ہے۔

۱۔ طلباء کی ضروریات۔ ۲۔ تعلیم کے لئے کتابیں۔ ۳۔ دارالمطالعہ اور جامعہ کی تعمیر —— یہ مستقل ضرورتیں ہیں۔ ان کے لئے مصارف کا انتظام بھی مستقل طور پر ہونا چاہیئے اور یہ بیت المال ہی سے ہو سکتا ہے۔ واللہ یوفقکم لما یحب ویرضیٰ۔

اسلامی دستور

حضرات! مسٹر محمد علی اور ان کے رفقاء دستور یہ مبارکباد کے مستحق ہیں کہ وہ امسال دستور کی تسوید سے فارغ ہو گئے دستور بعض جوہری نقائص کے باوجود قبول کر لیا گیا اگر آپ اسمبلیوں میں عقل مند اور متدین آدمی بھیج سکیں تو اس دستور سے اسلام کو کچھ نہ کچھ فائدہ ہو سکتا ہے اور نقائص کو دور کیا جا سکتا ہے۔

لیکن جس چیز کی طرف آپ کی توجہ بے حد ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اس ملک میں اسلام کی وسعت قائم رہے دستور کی اسلامیت شخصی آراء اور قیاسات کی بھینٹ نہ چڑھا دی جائے۔ ائمہ اربعہ کی فقہیات اور ائمہ حدیث کے اجتہادات بوقت ضرورت مجموعی طور پر قانون کی بنیاد قرار پائیں۔ کتاب و سنت کے فہم میں زمام اقتدار۔ جمود اور شخصی افکار کے سپرد نہ کر دی جائے بلکہ فقہاء محدثین کے طریق فکر کو زیادہ سے زیادہ اساس کار بنایا جائے۔

دستور میں اسلام کے لئے جہاں تک افادیت کا تعلق ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ کتاب و سنت اپنی وسعتوں کے ساتھ اور اسلام اپنی ہمہ گیر تعلیمات کے ساتھ قوانین اور آئین کی بنیاد قرار پائے اس مقصد کی تحصیل میں ممکن ہے بعض دین پسند جماعتوں کے قدم لڑکھڑا جائیں وہ اپنی عوامی پوزیشن کو قائم رکھنے کے لیئے اپنے آپ کو حق کی حمایت سے معذور تصور کریں ان کے عوامی مصالح ان کے لئے سدراہ ثابت ہوں —— اہلحدیث کا فرض ہے کہ وہ نظر و اجتہاد کی وسعت اور فقہ الحدیث کے احترام کو اس ملک میں قائم رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کی اعانت اور توفیق آپ کے شامل حال ہو۔

میں جانتا ہوں کہ میرے ساتھی انتہائی کوشش کے باوجود آپ کو مناسب

آرام نہیں پہنچا سکے آپ کو لازماً تکلیف ہوئی اس لیئے میں کسی رسمی معذرت کے بغیر آپ سے معافی چاہتا ہوں اور آپ کی وسعتِ ظرف سے امید ہے کہ آپ معاف فرمائیں گے اور امیدوار ہوں کہ آپ اپنی صالح دعاؤں میں ہم گناہ گاروں کو یاد رکھیں گے۔

میری یہ گذارشات نا تمام ہوں گی اگر میں اپنے رفقا کی جرأت مندانہ کوششوں کا شکریہ ادا نہ کروں جن کی وجہ سے یہ انتظامات انسانی حد تک پایۂ تکمیل تک پہنچے خصوصاً مقامی جمعیت کے صدر محترم حاجی اللہ دتہ صاحب انہوں نے پیرانہ سالی اور علالت کے باوجود اس قدر کام کیا کہ شاید کوئی جوان نہ کر سکتا ہو سچ تو یہ ہے کہ ان کے اثر و رسوخ ہی کی وجہ سے ہم ان خطیر مصارف کو برداشت کر سکے۔

مسٹر عبدالرحیم ایم ایس سی، الحاج عبدالکریم، محترم چوہدری خیرات اللہ صاحب ناظم اعلیٰ مجلس استقبالیہ، حکیم عبدالرحمٰن صاحب ناظم اعلیٰ جمعیت ضلع بھی کم شکریہ کے مستحق نہیں جن کی مساعی اور مفید مشوروں سے ہم ہر قدم پر مستفید ہوتے رہے۔

خلوص مجسم محترم، ماسٹر غلام محمد صاحب ڈار، منشی محمد یوسف صاحب آڑھتی، بابو نصیر الدین صاحب اس شکریے کے سب سے زیادہ مستحق ہیں جنہوں نے عرفی ذمہ داریوں سے بالا رہ کر انتہائی ہمدردی سے اس کانفرنس کی کامیابی کے لیئے پوری کوشش فرمائی۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء

انصار برادری کے روح رواں الحاج محمد ابراہیم صاحب صدر بلدیہ، حاجی عبدالعزیز، محمد اسمٰعیل کا بھی میں ممنون ہوں جن کی مالی اعانت اور بعض دوسرے ذرائع سے یہ کانفرنس پایہ تکمیل کو پہنچی۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو خلوص اور اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرمائے۔

اپنے فرض سے قاصر رہوں گا اگر میں ان اصحابِ خیر کا شکریہ ادا نہ کروں جن کے دستِ جود نے اس مہتم بالشان کانفرنس کے لیئے ضروریات بہم پہنچائیں اللہ تعالیٰ ان کے کاروبار میں برکت فرمائے اور اخلاص سے نوازش فرمائے۔

میں ان دوستوں کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے غائبانہ ہمیں بڑے اور غلط القاب سے یاد فرمایا، منبروں اور عام مجالس میں گالیاں دے کر ہمارے گناہوں کے دھونے کا سامان فرمایا نیز جن اشتہاروں کو انہوں نے ہاتھوں سے پھاڑا تھا وہ انہوں نے اپنی زبانوں پر لکھ کر عوام کے دلوں تک پہنچائے ۔۔۔ اللہ تعالیٰ ان کی غلطیاں معاف فرمائے انہیں صداقت کے فہم کی توفیق مرحمت فرمائے

ربنا اغفرلنا ذنوبنا و اسرافنا فی امرنا و ثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکفرین۔

یہ حضرت بلا اجرت ہماری تبلیغ فرماتے، ان کے تلخ اور تیز فتوے عقل و دانش کو بیدار کرتے، جو ہم سے گھبراتے ہیں وہ ان حضرات سے سنتے اور ہم سے سمجھتے ہیں اور یہ حضرات ہمارے نادانستہ مبلغ ہیں جب یہ حضرات بدزبانی فرماتے ہیں یہ ہمارے گناہوں کو دھوتے ہیں ان حضرات سے ناراضگی کی بجائے ان کے لیئے دعا کرنی چاہیئے۔

ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنك رحمة انك انت الوھاب

اخوکم فی الدین

اسمٰعیل بن ابراھیم السلفی۔ گوجرانوالہ

(انتہی)

نصیحت ۲

آزاد کشمیر اور ضلع ہزارہ

الاعتصام شمارہ ۴۶/۴۷ جلد ۸
۲۹ ذی قعدہ ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۸ جون ۱۹۵۷ء

مرکزی جمعیۃ اہلحدیث نے جب سے تبلیغ اور تنظیم کا سلسلہ شروع کیا ہے، بحمد اللہ ہر طرف جماعت میں بیداری پیدا ہو رہی ہے جماعت کا لاکھوں روپیہ تعلیم اور تبلیغ پر صرف ہو رہا تھا لیکن نظم نہ ہونے کی وجہ سے وہ چنداں مفید نہیں ہو رہا تھا۔

جمعیت کی تنظیم اور ممبر سازی کا حلقہ آزاد کشمیر ہزارہ تک پھیلا ہوا ہے آزاد کشمیر کا کچھ حصہ جہلم سے ملحق ہے جس کی نگہداشت حضرت مولانا عبدالمجید صاحب خطیب جامع اہل حدیث جہلم فرماتے ہیں۔ مظفر آباد اور اس کے ملحقات کی نگرانی جمعیۃ اہلحدیث راولپنڈی کے سپرد ہے ہماری جماعت کے مخلص اور خوش بیان عالم مولانا حافظ محمد اسمٰعیل صاحب ذبیح ان علاقوں میں توحید و سنت کی اشاعت کے ذمہ دار ہیں۔

کالا باغ: تھیا گلی کا سرد علاقہ بھی راولپنڈی کے حلقہ میں شامل ہے گزشتہ سال کالا باغ کے دورہ سے معلوم ہوا کہ ان اطراف میں جماعت اہلحدیث ہزاروں کی تعداد میں پھیلی ہوئی ہے دور افتادہ اور دشوار گذار راستوں کی وجہ سے اس طرف علماء کی آمد و رفت بہت کم ہے اس کے ساتھ ان اطراف کی آبادی بے حد مفلوک الحال ہے اس لئے صدر محترم نے جماعت اہل حدیث راولپنڈی کو حکم دیا کہ وہ اس طرف تبلیغی دوروں کا انتظام کرے۔

مظفر آباد حافظ اسمٰعیل کی تجویز سے اس علاقہ میں دو دوروں کا فیصلہ کیا گیا۔ پہلا دورہ مظفر آباد کا رکھا گیا جمعیت اہلحدیث مظفر آباد کا دوسرا سالانہ اجلاس یکم دو جون ۱۹۵۷ء کو طے پایا اس دورہ میں راقم الحروف مولانا محمد اسحٰق صاحب قصوری، مولانا شاہ عبدالغنی صاحب اور مولانا حافظ اسمٰعیل صاحب ذبیح کے ہمرکاب تھا مظفر آباد میں مخلصین کی ایک مختصر جماعت ہے جس کی ابتداء غالباً محترم شیخ عبدالغنی صاحب سیشن جج نے فرمائی اس کے ناظم برادر محترم غلام نبی صاحب مشکور ہیں ہم سب رفقاء یکم کی دوپہر کو مظفر آباد پہنچے اجلاس رات نماز عشاء کے بعد شروع ہوا موسم بے حد خوشگوار تھا۔ شہر میں بریلوی حضرات کی شرپسندی کے باوجود اجلاس بے حد بارونق تھا معززین شہر اور سرکاری ملازمین اجلاس میں شریک ہوئے مسجد سامعین سے بھرپور تھی کوچوں میں بھی لوگ بکثرت موجود تھے۔ مختلف مضامین پر تقاریر ہوئیں اثر کا صحیح اندازہ تو مقامی حضرات ہی بتا سکتے ہیں جہاں تک میرا اندازہ ہے اس دفعہ شہر کی فضا گذشتہ سال سے بہت صاف تھی توحید و سنت اور اثبات حدیث کے موضوعات پر تقاریر کافی موثر تھیں تقاریر کا لہجہ بے حد نرم اور مناسب تھا۔

۲ جون علی الصبح ہم احباب مظفر آباد سے رخصت ہوئے گڑھی حبیب اللہ سے ہوتے ہوئے پورا قافلہ بالاکوٹ پہنچا حضرت سید احمد شہید اور مولانا شاہ اسمٰعیل شہید کے مراقد اور شہادت کو دیکھا ان کے لئے دعا کی وہ تمام میدان اور پہاڑ جہاں ان شہداء حریت اور عشاق توحید نے حق کی راہ میں اپنے خون کا آخری قطرہ بہا کر اپنی ذمہ داریوں کو پورا کیا اور عزیمت کی منازل کو طے فرما کر جنۃ الفردوس تک جا پہنچے کتنا دردانگیز ہے یہ خاموش مرغزار آج بھی توحید کے مبارک ولولہ شور محشر در آغوش ہیں منھم من قضی نحبہ کی سریلی آوازیں آج بھی ارباب بصیرت کے کانوں میں گونج رہی ہیں اور منھم من ینتظر کی ندائے عمل سے آج بھی وہاں ایک شور سنائی دیتا ہے۔

یہ سرزمین کس قدر جاذب ہے۔ شہادت کے خون کی .... خوشبو، آج بھی وہاں مہک پیدا کر رہی ہے مٹی کوٹ اور بالاکوٹ آج بھی جنت کی شاہراہ محسوس ہوتے ہیں۔

اس وادی میں جو اثر محسوس ہوتا ہے نہ زبان اسے بیان کر سکتی ہے نہ قلم اسے لکھ سکتا ہے یہاں پہنچ کر دل کے کوائف کی دنیا بالکل نرالی ہو جاتی ہے۔

ہم رفقاء نے ان مزارات مقدسہ پر حاضری دی اپنے مسلک کے مطابق ان کے لئے دعائیں کیں اور تعجب ہوا کہ اہل شرک کی ذہنیت عجیب و غریب ہے جن بزرگوں کو سکھوں کے ساتھ مل کر ان لوگوں نے انہیں وہابی سمجھ کر شہید کرایا آج ان کی قبروں پر جھنڈے لگا کر ان کی ولایت کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں۔ آج سے ایک صدی قبل ان کا خون بیچا اور آج ان کی ہڈیاں فروخت کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔

بالاکوٹ میں مولانا محمد یونس، مولانا اسرائیل صاحب اور بعض دوسرے اہل توحید سے ملنے کا موقع ملا۔ مسرت ہوئی کہ شہید کی آواز میں اثر ہے۔

اس سارے سفر میں رفیق محترم مولانا خان مہدی زمان خاں صاحب کی رہنمائی اور رفاقت بے حد مفید ثابت ہوئی ان کے ہمہ گیر تعارف سے ہمیں ہر جگہ سہولت نصیب ہوئی۔

یہاں سے چل کر رات سرائے صالح پہنچے یہ بستی ہری پور ہزارہ کے بالکل قریب ہے یہاں اہل توحید کا بہت پرانا اثر ہے رات جلسہ ہوا مولانا عبد الغنی شاہ کی تقریر بہت مؤثر ثابت ہوئی۔

صبح وہاں سے رخصت ہو کر کھلا بٹ پہنچے مولانا مہدی زمان خاں صاحب کے ہاں تعزیت کی خاں صاحب کی والدہ کا حال ہی میں انتقال ہوا تھا۔ مرحومہ از بس متدین اور موحد تھیں اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے ان کے دو پوتے خان عبد الحمید خاں اور

خان عبدالعزیز خاں ہونہار نوجوان ہیں اللہ تعالیٰ انہیں توحید کے خادم بنائے
یہاں سے راولپنڈی ہوتے ہوئے پانچ دن کے بعد واپس پہنچے ۔
اب دوسرا دورہ انشاءاللہ ۲۲ر جون ۱۹۵۷ء کو ہوگا۔ کالا باغ اور میانوالی
میں جلسے ہوں گے اللہ تعالیٰ جماعت کی مساعی بار آور کرے ۔

محمد اسماعیل
ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان

(انتہی)

خطبۂ صدارت

جو اہلحدیث تبلیغی کانفرنس لاہور منعقدہ ۲۵-۲۶-۲۷ اکتوبر ۱۹۵۶ء

میں مولانا محمد اسمٰعیلؒ صاحب نے ارشاد فرمایا

الاعتصام
قسط اوّل
شمارہ نمبر ۱۴ جلد نمبر ۹
۷ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ مطابق یکم نومبر ۱۹۵۷ء
قسط دوم — شمارہ نمبر ۱۵ جلد ۹
۱۴ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ مطابق ۸ نومبر ۱۹۵۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیآت اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

اما بعد

رفقائے کرام و حاضرین عظام! لاہور کی علمی اور مقامی حیثیت کے مطابق ضروری تھا کہ صدارت کے لئے مجھ سے کوئی بہتر آدمی منتخب فرمایا جاتا۔ مجھے معلوم ہے کہ اعضائے جمعیت میں ایسے حضرات بحمد اللہ موجود ہیں جو مجھ سے کہیں بہتر اس خدمت کو سرانجام دے سکتے تھے۔ معلوم نہیں کن وجوہ کی بنا پر اس ذرہ نوازی یا غلط نوازی کو پسند فرمایا اب کسی رسمی معذرت کے بغیر احباب کے فیصلہ کی اطاعت اور ان کے حکم کی تعمیل

میں اپنا خوشگوار فرض تصور کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ آپ مجھے اپنا ساتھی سمجھ کر میرے ساتھ تعاون فرمائیں گے اور تخریبی تنقید کی بجائے مجھے اپنے مفید مشوروں سے نوازیں گے۔

احباب کرام! مسلک اہلحدیث میری ناقص رائے میں اسلام کے مرادف لفظ ہے۔ آئمہ حدیث نے اسلام کی سادہ تعلیمات کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کی کوشش فرمائی فرقہ پرستی کے زہرآلود اثرات کو ان حضرات نے کم کرنے کی کوشش کی مقصد یہ تھا کہ تمام ائمہ اسلام کے ساتھ مساوی نسبت رکھتے ہوئے ان کی علمی ہدایات اور فیوض سے استفادہ کی کوشش کی جائے اہل علم میں تقابل اور ایک دوسرے پر تفوق سے جو کدورت پیدا ہوتی ہے اس سے ذہنوں کو صاف کر لیا جائے۔

ماوراء النہر میں مختلف فقہی نظریات کی باہم آویزش سے اسلام کو جو نقصان پہنچا تھا تاریخ کا یہ تلخ حصہ برصغیر پاک وہند کے زعمائے اہل حدیث کے سامنے تھا اس لئے ان کا مطمح نظر تھا کہ اس تاریخ کو دوبارہ دھرانے کا موقع نہ دیا جائے ائمہ اربعہ اور دوسرے ائمہ مجتہدین کے اجتہادات اور فقہی فیوض سے جو اوفق بالسنۃ والمصالح ہوں ان پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے اور ایک امام کو دوسرے کے بالمقابل لاکر ترجیح اور حق و باطل کی تقسیم کے طریق کو ختم کر دیا جائے۔ اس سے ائمہ کا احترام بڑھے گا اور ان کے وقار میں اضافہ ہوگا۔ اور ان کے علوم سے بلا تخصیص فائدہ اٹھانے کا موقعہ ملے گا۔

اس حریت کے دور میں جب ملک آزادی کی منزلوں سے گذر رہا ہے قانون سازی میں یہ طریق بے حد مفید ہوگا اس سے عوام پر غیر ضروری پابندیاں جو صدیوں سے محیط ہو رہی ہیں جہاں تک ہو سکے کم ہو جائیں گی۔

اہلحدیث اور غیر متقلد میں فرق

ائمہ حدیث نے جہاں ان غیر ضروری پابندیوں کو ناپسند فرمایا اور ذہنوں سے

شخصی اقتدار اور مخصوص آراء اور افکار کے بوجھ کو ہلکا کرنے کی کوشش فرمائی وہاں اس چیز کو بھی ملحوظ رکھا کہ یہ آزادی آوارگی کی صورت اختیار نہ کرنے پائے اس لئے انھوں نے صراحت فرمائی کہ تحقیق و نظر کی راہیں صحابہ اور تابعین کی روش سے متجاوز نہیں ہونی چاہییں۔

من کان مستنا فلیستن بمن قدمات اولٰئك اصحاب محمد صلی اللہ علیه وسلم کانوا ابر ھذہ الامة قلوبا واعمقها علما اختارھم اللہ لصحبة نبیه (ابن مسعود، مشکوٰۃ، مجمع الزوائد)

اس لئے اہلحدیث نے اپنی آزادیوں کو ائمہ سلف تک محدود فرمایا جہاں تک میری رائے ہے اہلحدیث اور غیر مقلدین میں یہ جوھری فرق ہے جسے تنقید یا تائید فرماتے وقت نظر انداز نہیں ہونا چاہیئے۔

ایک غلط فہمی تعجب ہے ہندوستان کے ناقدین نے اہلحدیث کی اس اساسی صراحت کو نظر انداز فرما کر اس پاکیزہ تصور کے لئے حشوی، غیر مقلد، وہابی، ائمہ دین کے مخالف ایسے الفاظ استعمال کئے جو حقیقت کے خلاف ہونے کے علاوہ بے حد غلط تعبیر ہے اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو معاف کرے اور ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم کتاب و سنت کے اتباع اور ائمہ سنت کی صحیح طور پر اطاعت کر سکیں اور جمود اور آوارگی سے بچ سکیں

اللھم وفقنا لما تحب وترضیٰ

مسلک اہلحدیث کی عمر حضرات! حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور آپ کے سکوت و رضا کا دوسرا نام ہے ہم اس معنی سے حدیث کو حجت سمجھتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ جب سے حدیث دنیا میں موجود ہے اس کے ماننے والے بھی موجود تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رفقاء کرام آپ کے ارشاد کو واجب الاطاعت سمجھتے تھے۔ کسی قول و فعل کی نسبت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا اہل علم کی نظر میں اس کی تحقیق، اس کی سند کے متعلق بحث ائمہ حدیث کا محبوب مشغلہ رہا۔ تاریخ وعقل کی مطابقت، قرآن عزیز کے اصول عامہ اور خاصہ سے موافقت اور غور وفکر کو ان حضرات نے کبھی نظر انداز نہیں ہونے دیا ان تمام مراحل سے گذر کر اگر ثابت ہو جائے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تو یقیناً ہم نے شرعی حجت سمجھا قرآن عزیز کی تفسیر میں ہم اسے بہترین دستاویز سمجھتے ہیں دین کے اثبات کا اسے صحیح ترین ذریعہ قرار دیتے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ اہلحدیث کی اتنی ہی عمر ہو گی جتنی حدیث کی ہے اور اہل حدیث وہی . . . . ہوں گے جو ان نبوی علوم پر یقین رکھیں۔

ایک مشکل

حضرات! یہاں ایک دقت یہ ہوئی —— کہ ہندوستان میں انگریز کے تسلط اور ہندو کی دیرینہ ہمسایگت کی وجہ سے کچھ رسوم اور عادات نے دین کا رنگ اختیار کر لیا۔ عوام اسے اسلام سمجھنے لگے —— حدیث کے ساتھ اس وابستگی کی وجہ سے جس کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے، ضروری تھا کہ ان سے نہ صرف اختلاف کیا جائے۔ بلکہ مخالفت کی جائے اس لئے عوام کے ذہنوں سے تصادم ضروری ہوا اور ایسے اہلِ علم حضرات جن کی زندگی کا انحصار عوام کی ان رسوم سے تھا وہ اس مقدس تحریک سے متصادم ہوئے ان کے اسی تصادم اور ناراضگی نے تہمت تراشی کی صورت اختیار کر لی اور مختلف قسم کے غلط تصورات اس تحریک کی طرف نسبت کئے جانے لگے اور ہماری سابقہ آنجہانی انگریزی حکومت نے ان تمام غلط نوازیوں میں عوام اور علماء کے اس طبقے کی دل کھول کر حمایت کی اور انگریز کے بعد آج بھی ان عامیانہ تصورات کو خواص تک کی حمایت حاصل ہے اور اس کی وجہ سے جماعت پر جو مصائب آئے نہ ہم پہلے ان سے آزاد تھے نہ اب ہیں ؎

اجد الملامۃ فی ہواک لذیـــذۃ
حبا لذکرک فلیـلمنی اللوم

یہ ایسی شکل ہے جس سے ہم بھی مجبور ہیں اور عوام بھی ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین۔

اہلحدیث کی خدمات

اس خلیج کے باوجود جو عوام اور متبعین حدیث میں حائل تھی ہمارے زعماء نے قدیماً و حدیثاً ملک و ملت کی خدمات کو کبھی نظر انداز نہیں فرمایا اس راہ میں نظام حکومت سے ٹکرانا پڑا تو بحمد اللہ کبھی گریز پائی کی نوبت نہیں آئی بلکہ جہاں تک تاریخ کی شہادت کا تعلق ہے اہلحدیث زعماء پہلی صفوں میں نظر آئے اور اس کے لئے انہوں نے بڑی عظیم الشان قربانیاں دیں ہے

اولئک آبائی فجئنی بمثلہم　　　اذا جمعتنا یا جریر المجامع

حریت وطن

وطن سے غیر ملکی اقتدار اور لادینی خطرات کا پروگرام قریباً بارھویں ہجری میں ہی مرتب ہو چکا تھا اس کے ابتدائی مراحل اسی وقت شروع ہو گئے تھے، انگریز سکھ اور بعض دوسری غیر مسلم طاقتیں ان ممالک پر چھا جانا چاہتی تھیں۔ دین پسند طبقہ ان کی راہ میں حائل تھا۔ حدیث اور سنت سے تعلق رکھنے والے ان میں پیش پیش تھے وعظ و نصیحت، دروس القرآن، مدارس حدیث، دفاتر سنت کی اشاعت شروح حدیث کے علاوہ اردو، فارسی، پنجابی میں اتنا لٹریچر شائع کیا گیا جو لاکھوں کروڑوں صفحات پر پھیلا ہوا ہے میں انہیں جہاں علمی اور دینی خدمات تصور کرتا ہوں کہ ان خدمات سے ایک ایسا ذہن پیدا ہوا جو ہندوستان میں اقامت دین اور دینی حکومت قائم کرنے کے لئے بیحد موزوں اور مناسب تھا اسی ذہن کے مطابق سکھوں سے برسوں جنگ لڑی گئی۔ اور جب سکھوں کی جگہ خلاف امید انگریزوں نے سنبھالی تو وہی جنگ نصف صدی تک ان سے بھی لڑی جاتی رہی۔

اس حقیقت کا اقرار سکھوں اور انگریزوں نے بڑی صراحت سے کیا ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر نے وہابی کے لفظ کو جو شہرت اور بقاء و دوام عطا کی ہے وہ غلط ہو یا صحیح ہمارے ملک کی بعض پارٹیوں کو ان کا ممنون ہونا چاہیئے۔

مصائب و آلام خدمت وطن اور آزادی کی کوششوں کی وجہ سے جماعت اہل حدیث پر جو مصائب آئے —— طویل دعریض داستان میں ہیں آپ کے قیمتی وقت کو صرف نہیں کرنا چاہتا نہ یہ مناسب ہی سمجھتا ہوں کہ ان کی تفصیلات سے اس وقت آپ حضرات کی سمع خراشی کروں مختصر سنیئے۔

سنہ ۱۲۴۹ھ ۱۸۳۷ء سے سنہ ۱۹۴۶ھ ۱۸۳۱ء تک ایک دور ہے سید احمد شہید اور شاہ اسمٰعیل علیہما الرحمۃ کی شہادت سے ان کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔ یہ تحریک مختلف مرحلوں سے گذرتی رہی کبھی مصافی جنگ، کبھی انڈر گراؤنڈ۔ . . . کی صورت میں قائم رہی اور اس کی قیادت صادق پور کے اہلحدیث خاندان کے ہاتھ میں رہی۔

دیوانگانِ عشق یہ دیوانے کبھی میدانِ جنگ میں دیکھے گئے کبھی انبالہ جیل میں، کبھی انہوں نے لاہور سنٹرل جیل کے ہاتھی خانہ کو شرف زیارت بخشا، کبھی کراچی کے بندر سے سوار ہو کر دریائے شور کو عبور کیا لیکن اقامت دین اور آزادی وطن کا جذبہ ان دلوں میں اس طرح سمو ایا گیا جو کبھی ان سے الگ نہ ہو سکا۔

انبالہ کیس، سنہ ۱۹۱۴ء کا کیس، سنہ ۱۹۲۱ء کا قاضی کوٹ بم کیس ان پاکیزہ مساعی کی آخری کڑی تھی جس کے بعد انگریز کمزور ہوتا شروع ہوا سنہ ۱۹۲۱ء کا کیس اس کے تابوت میں آخری میخ ثابت ہوا۔ اس آخری کیس کے بھی سارے مقید اور متہم اہل حدیث تھے جنہیں چودہ چودہ سال سزائیں دی گئیں۔

ملک کی تحریکات خلافت، احرار، کانگرس، مسلم لیگ کی تحریکات جب کھل کر انگریز کے خلاف میدان میں آگئیں

تو جماعت اہلحدیث نے ان تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ بمبئی، لاہور، دہلی وغیرہ شہروں میں غیر ملکی اقتدار کے خلاف جماعت اہلحدیث نے اپنی بساط سے بڑھ کر کام کیا۔

مجاہدین بالاکوٹ، مولانا عنایت علیؒ، مولانا ولایت علیؒ، مولانا جعفر تھانیسری مولانا عبدالعزیزؒ رحیم آبادی، مولانا حافظ عبداللہؒ غازی پوری، فخر قوم حضرت مولانا عبدالقادرؒ قصوری، صدر محترم حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی، حضرت مولانا عبدالاول غزنوی، مولانا محمد بشیر صاحب لاہوری، مولانا فضل الٰہی صاحب وزیر آبادی کو آزادئ وطن کی تاریخ کبھی نہیں بھول سکتی۔ حاجی علی جان کے خاندان، غزنوی، لکھوی، قصوری خاندانوں کی ملی اور عملی خدمات کو فراموش کرنا تاریخ کے لئے آسان نہیں۔

تصنیف و تدریس

جہاں سیاسی اور ملکی خدمات ہیں وہاں جماعت کی علمی خدمات بھی کم نہیں مجتہد العصر نواب صدیق الحسن خاں کو تاریخ کے صفحات پر سنہری حرفوں میں لکھا جائے گا حضرت شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین صاحب، حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی، مولانا حافظ محمد صاحب لکھوی، مولانا حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی، مولانا غلام حسن صاحب سیالکوٹی مولانا محمد بکنوی آسمان علم کے ستارے ہیں۔ جماعت ان کے علم و فیوض کی ہمیشہ ممنون رہے گی۔ حضرت مولانا حسین بن محسن انصاری، عیلی، مولانا شمس الحق دیانوی، مولانا محمد ابراہیم صاحب آروی کے علمی احسانات تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ نقش رہیں گے۔

تالیف و تصنیف اور درس و تدریس کی یہ داستان نا تمام ہو گی اگر حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ، جناب مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی اور مولانا ابوالقاسم کا ذکر نہ کیا جائے جن کی مساعی نے غیر مسلم حملہ آوروں کو دندان شکن جواب دے کر اسلام کی سرحد کو ان کے حملوں سے محفوظ کر دیا۔ اللھم اغفرلھم وارحمھم واجعل جنۃ الفردوس ماواھم۔

دینی حکومت یا پاکستان

یہ ساری سیاسی، علمی، ملکی خدمات اس لئے تھیں کہ ہندوستان میں ایک اسلامی حکومت قائم ہو سکے جس کی حدود ان حضرات کی نظر میں ممبئی سے کابل تک، نیپال ترائیوں سے سندھ کے ریگستانوں تک تھی یہ اسلام کو بلند دیکھنا چاہتے تھے مگر اس کے خلاف جو لادینی کوششیں ہو رہی تھیں وہ مادی طور پر ان سے کہیں زیادہ مضبوط تھیں۔ اس لئے اس خواب کی تعبیر اس مختصر خطے کی صورت میں ظاہر ہوئی جو ۱۹۴۷ء کو کرۂ زمین پر نمودار ہوا جس نے جغرافیہ میں ایک اور اسلامی ملک کا اضافہ کر دیا۔

یہ خواب کیوں اپنی اصلی صورت میں پورا نہ ہوا اور مسلمانوں کو کیوں اس مختصر سے خطے پر قناعت کرنی پڑی ...؟ یہ ایک تلخ حقیقت ہے جس کا دہرانا اس وقت بے سود ہے ایسے ہی اب یہ تاریخ کا مسئلہ ہے مؤرخ کا فرض ہے کہ اس کے اسباب و دواعی سے بحث کرے ان افراد اور جماعتوں کی نشاندہی کرے جو ان صد سالہ مساعی کے بار آور ہونے کی حامل ہوئیں۔

پاکستان میں دینی رجحانات

احباب کرام! سابقہ گذارشات سے آپ اس نتیجہ پر پہنچے ہوں گے کہ آج کا پاکستان ان مساعی کا نتیجہ ہے جو دین پسند طبقہ نے تقریباً ایک صدی سے انگریز اور ہر الحاد پسند طاقت کے بالمقابل فرمائیں یہ انہیں آلام و مصائب کا اثر ہے جو علمائے حق اور اہل توحید ہی نے برداشت کیں ان بزرگوں کی پیہم کوششوں کا ثمر ہے جنہوں نے لادینی استبداد کے خلاف بنگال، بہار یوپی، سی پی، سندھ، پنجاب، افغانستان اور آزاد قبائل تک جہاد جاری رکھا اور برسوں تک مسلسل لڑتے رہے۔

آج جبکہ پاکستان بن چکا ——— اور انگریز جا چکا، ہر کفر کی عددی اکثریت ختم ہو چکی ہے اس وقت ایک گروہ اسی کوشش میں مصروف ہے

کہ اس ملک میں لادینی نظام قائم ہو امریکہ اور برطانیہ کے حاکمانہ نظریات کو یہاں فروغ حاصل ہو یا پھر کمیونزم کے لئے جگہ خالی کر دی جائے اگر یہ دونوں نظریے فوری طور پر کامیاب نہ ہو سکیں تو کم از کم دین پسند طبقوں کی آواز کو اس قدر کمزور کر دیا جائے کہ وہ سر اٹھانے کے قابل نہ رہیں تاکہ جب پھر لادینی طبقہ موقع پائے ملک کے نظم و نسق پر قابض ہو سکے اور دین پسند طبقے اس کیخلاف کوئی حرکت نہ کر سکیں۔

اس تصادم کا آغاز

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو جب پاکستان کا اعلان ہوا اور اس ملک کی قیادت نے اس ملک کے نظم و نسق اور اس کی نوعیت پر غور کرنے کی کوشش کی تو انگریز پرست اور کیمونزم نواز طاقتوں نے دین پسند طاقتوں سے تصادم شروع کر دیا اور کوشش کی کہ یہاں ایک سیکولر سٹیٹ قائم ہو جائے مگر جس آئیڈیالوجی اور نظریہ کی بدولت یہ ملک حاصل ہوا تھا وہ پورا پس منظر نگاہوں کے سامنے اور ذہنوں میں موجود تھا اس لئے فوراً اس میں کامیاب ہونا آسان نہ تھا۔

وہ علمائے حق جنہوں نے اس راہ میں قربانیاں دی تھیں انہیں اتنی جلدی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا عوام جنہوں نے پاکستان کی تعمیر میں مالی جانی قربانیاں دی تھیں وہ ان علماء ہی کے زیر اثر تھے اور میرے اندازے کے مطابق اس وقت سب سے زیادہ مؤثر شخصیت حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رح کی تھی۔ ان لوگوں کی رائے کو قدرتی اہمیت حاصل تھی جو اس جنگ میں پاکستان کی قیادت کے ساتھ دست و بازو کی طرح کام کرتے رہے چنانچہ ۲۳ مارچ ۱۹۴۹ء میں نواب زادہ لیاقت علی خاں کے دور حکومت میں قرار داد مقاصد پاس ہوئی جس میں بے حد محتاط الفاظ میں یہ اقرار کیا گیا کہ اسلامی مساوات کے ساتھ اس ملک کے لوگوں کو موقع دیا جائے گا کہ وہ اپنی زندگیاں کتاب و سنت کے موافق گذار سکیں گے یہ ایک جزوی سی کامیابی تھی جو دین پسند طبقے کو حاصل ہوئی لیکن لادینی گروہوں نے اسے کبھی ملا کی فتح سے تعبیر کیا، کبھی حکومت کی بزدلی

کہا کبھی سنت کے مفہوم میں تشکیک پیدا کی کبھی قرآنی معاشرہ کی آڑ لی کبھی مرکزیت کے مبہم اور مجہول تصور کو سنت اور رسول کے قائم مقام قرار دیا گیا تاکہ مصطلحات شرعیہ کو بدل کر ذہنوں کو پریشان کیا جائے۔

قسط دوم

۸ر نومبر ۱۹۵۷ء

ایک اور حیلہ ملک میں وزارتوں کے خلاف امید، یا غیر موقت تبدیلی نے بھی ان حضرات کو بعض اوقات کوشش کا موقع دیا چنانچہ ۵۳ءمیں علماء کے اختلاف کی آڑ لے کر حیلہ بنایا گیا کہ وہ سنت کی تفاصیل اور تفاسیر میں مختلف ہیں مختلف اسلامی فرقے اس کی حسب منشاء تشریحات کرتے ہیں۔ اس لئے سنت کو اساسی اور آئینی حیثیت نہیں دینی چاہیئے۔ قریبًا ۳۱ علماء نے جو مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھتے تھے اجمال کے ساتھ ایسے رہنما اصول بالاتفاق طے کئے جو آئین کی تاسیس میں کارآمد اور مفید ہو سکتے تھے اس کے بعد تفصیلی آئین کی ترتیب میں علماء جو کچھ کر سکتے تھے انہوں نے بقدر ضرورت تفصیلی سفارشات فرما کر حکومت اور مجلس آئین ساز سے پورا تعاون کیا اور مختلف مکاتب فکر کے اختلاف سے کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہوئی۔ والحمد للہ علی ذلك۔

یہ سارے مراحل علماء کی دور اندیشی سے طے ہو گئے اور سیکولر سٹیٹ کے حامی حسرت سے یہ تمام مناظر دیکھتے رہے اور منتظر رہے کہ کوئی ایسی وزارت بدلے جو لادینیت کی حوصلہ افزائی کر سکے۔

۱۹۵۳ءمیں سر ظفر اللہ وزیر خارجہ تھے لیکن اپنی قوت ارادی کی وجہ سے پوری وزارت کی قوت فکر پر حاوی اور محیط تھے انہوں نے قادیانیت کی اس انداز سے حوصلہ افزائی کی کہ ملک کی مسلمان آبادی نے حکومت سے مایوس ہو کر خود زندہ رہنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کیئے۔ حکومت

سے افسوسناک تصادم ہوا۔ مارشل لاء لگایا گیا اور ملک میں قیامتِ صغریٰ قائم ہو گئی۔ لاکھوں آدمی جیل میں چلے گئے کئی شہید ہوئے خدا خدا کر کے ایک سال کے بعد قادیانی بحران ختم ہوا۔ اور ملک نے کسی قدر آرام کا سانس لیا۔ اس تحریک میں قادیانی حضرات کے سوا شیعہ، سُنی، بریلوی، اہل حدیث تمام مکاتب فکر شریک تھے اور ان میں نظریاتی اختلاف کے باوجود بظاہر کوئی تصادم نہ تھا جس کا اثر یہ ہوا کہ سر ظفر اللہ خاں کچھ وقت کے بعد وزارت سے الگ ہو گئے اور قادیانیت کا نہ صرف ظاہری زور کم ہو گیا بلکہ قادیانیت اندرونی خلفشار میں مبتلا ہو گئی۔

اس تحریک میں خوبی یہ تھی کہ قادیانی حضرات کے جائز حقوق سے انکار نہیں کیا بلکہ ان کی جارحیت کے خلاف یہ کوشش عمل میں آئی بظاہر حکومت نے اسے قوت سے ناکام کیا لیکن معنوی طور پر تحریک ختم نبوت کامیاب ہو گئی اور قادیانی استبداد کسی قدر اعتدال پر آ گیا۔ ان تعودوا فقد مضت سنۃ الاولین۔

سید حسین سہروردی

حضرات میں سیاست دان نہیں ہوں نہ ہی سیاست میرا مشغلہ ہے۔ علماء میں تو سمجھوتہ ہو گیا لیکن بنگال اور پنجاب کے سیاستدانوں میں سمجھوتہ نہ ہو سکا اس لئے بنگال کی چیرہ دستیاں سید حسین شہید سہروردی کو وزارت کی کرسی پر لے آئیں اور میجر سکندر مرزا صدارت کے عہدے پر قابض ہو گئے سنا ہے یہ دونوں بزرگ بنگالی ہیں بس پنجاب بے چارا عدل و انصاف کا منہ دیکھتا رہ گیا۔

دلوں کا حال تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے مگر ان دونوں بزرگوں کی تشریف آوری کے بعد ملک میں ایک طرف شیعہ سنی ہنگامے شروع ہو گئے شیعہ حضرات کی مہربانی سے بعض مقامات پر شیعہ حضرات نے حادثۂ کربلا بپا فرما دیا دوسری طرف بریلوی و دیوبندی حضرات کی مساجد پر جبری قبضے شروع ہو گئے اور ملک ایک نئی جنگ کی آغوش میں چلا گیا۔ شاید کوئی دن خالی جاتا

ہوگا۔ جب کہ اخبارات میں ان ہنگاموں کی اطلاعات نہ آتی ہوں۔

لا ندری اشر ارید بمن فی الارض ام اراد بھم ربھم رشدا (جن)

یہ ہنگامے اس وقت ملک میں ہو رہے ہیں سہروردی کی وزارت رخصت ہو چکی ہے تاحال ان ہنگاموں کے خلاف کوئی مؤثر قدم نہیں اٹھایا گیا ان چیرہ دستیوں کو روکنے کے لئے کوئی کامیاب تجویز سامنے نہیں آئی لوگ کہتے ہیں کہ صدر مملکت کی سیاست کامیاب ہوئی اب شاید شیعہ سنی فسادات اور تیز ہو جائیں ہوا کا رخ بدلا ہوا معلوم ہوتا ہے ۔

گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

رموز مملکت خویش خسرواں دانند

ایک شیعی اشتہار کا اقتباس سنیئے جو آپ کے شہر کی جعفریہ الیسوسی ایشن کی طرف سے شائع ہوا ہے:۔

"اگر ہمارے سیاسی رہنما کامیابی کا انحصار صرف سنی ووٹوں پر سمجھتے ہیں تو وہ ہمارے نمائندے نہیں ہو سکتے اور نہ ہی ہم انہیں اپنا سیاسی رہنما تسلیم کریں گے بلکہ ہم شیعہ قوم کو مجبور کریں گے کہ وہ ایسے ضمیر فروش رہنماؤں سے علیحدگی اختیار کریں اور ہم اپنا نمائندہ خود منتخب کریں گے۔ اور وہی سیاسی رہنما متصور ہو گا اگر اس کے بعد بھی —— ان کانگریسی مُلاّؤں نے کانگریس کا حق نمک ادا کرنے میں پاکستان کے امن عامہ کو برباد کرنے کی کوشش کی تو ہم مفاد پاکستان کے پیش نظر شیعستان بنانے پر مجبور ہوں گے۔"

اس مطالبہ کی معقولیت کا ذکر فرماتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اگر نمک خوار ان کانگریس یہ مطالبہ کرتے رہے کہ شیعہ اپنی مذہبی رسومات اپنی چار دیواری کے اندر ہی اپنی حدود میں محدود رہ کر ادا کریں یا سواد اعظم میں مدغم ہو جائیں تو شیعوں کا شیعستان بنانا حق بجانب ہو گا اور

ہمارے خیال میں شیعستان کے لئے سندھ، کراچی اور کوئٹہ نہایت ہی موزوں مقامات ثابت ہوں گے۔"

اقتباس پڑھیئے اور ہوا کا رخ دیکھیئے مطالبہ یہ ہے کہ ہم اپنی مذہبی رسوم سنیوں کے گھروں میں ادا کریں گے —— امن برملا برباد کر رہے ہیں! اور شیعستان کے لئے موزوں جگہ کوئٹہ، سندھ اور کراچی ہے۔

لاء کمیشن ابتدائی مراحل میں دین پسند طبقوں کو جو ضمنی یا جزوی کامیابی ہوئی اس وقت شیعہ حضرات ملک کی معزز رعایا تھے کوئی شیعہ ان دنوں نہ وزیراعظم تھا نہ صدارت کی کرسی پر فائز۔ اب صورت حال کس قدر مختلف ہے صدر مملکت شیعہ ہیں کئی کمشنر شیعہ ہیں وزراء شیعہ ہیں۔ لاء کمیشن میں شیعہ حضرات کی نمائندگی ان کی تعداد سے کہیں زیادہ دی گئی ہے اور نمائندگی دراصل دو ہی جماعتوں کو عطا ہوئی ہے —— منکرین حدیث کو اور حضرات شیعہ کو —— دین پسند جماعتوں کو سمجھ لینا چاہیئے کہ جمہوریہ اسلامیہ کے ارباب اقتدار کی نظر دین پسند طبقوں کی طرف کس طرح کی ہے۔

پھر اس لاء کمیشن میں ان جماعتوں کو پوری طرح نظر انداز کیا گیا ہے جو فی الواقعہ سنت کو شرعی حجت سمجھتی ہیں اور ان کا یقین ہے کہ ادلہ اربعہ میں سنت کو ثانوی مقام حاصل ہے۔

اہل سنت سے ایک دو آدمی جو لئے گئے ہیں یا ان کے ذاتی رسوخ کی وجہ سے لیا گیا ہے یا وہ کسی دوسری مصلحت کے پیش نظر —— !

مقصد کے لحاظ سے لاء کمیشن میں ایسے حضرات کو —— آنا چاہیئے جو اولاً صحیح عقیدہ رکھتے ہوں پھر سنت کو صحیح طور پر سمجھتے بھی ہوں جو لوگ سنت پر یقین ہی نہیں رکھتے وہ ایسے قانون کی اصلاح کیسے کریں گے جس کی بنا کتاب و سنت پر ہے اور کتاب و سنت کی راہنمائی میں اسے درست کیا جانا ہے۔

حضرات جہاں تک میرا اور میری جماعت کا نقطہ نظر ہے کہ ہمیں قطعی اس لاء کمیشن کا اعتماد نہیں ان کی قانون سازی یا قانونی ترمیمات کسی توجہ کی مستحق نہیں ہوں گی اور عائلی کمیشن کے سلسلے میں جو کھیل کھیلا گیا اس کو دیکھتے ہوئے ہمارے یہ خدشات بے محل نہیں ہو سکتے ان حالات میں

۱۔ ملک کو سوچ لینا چاہیئے کہ لاء کمیشن کی مساعی —— کا آئندہ اس پر کیا اثر ہوگا۔

۲۔ اور اگر حکومت اپنی ضد پر قائم رہے اور اس نے لاء کمیشن میں کوئی مناسب اور صحیح تبدیلی نہ کی تو ملک کو ابھی سے فیصلہ کر لینا چاہیئے کہ انہیں اس کے متعلق کیا کرنا ہوگا۔

۳۔ حکومت کو پھر سوچ لینا چاہیئے کہ اگر اس ہٹ دھرمی کی وجہ سے ملک میں مایوسی کا دور شروع ہوگیا اور اس کے نتائج میں عوام نے اپنے حقوق کے لئے کوئی جدوجہد شروع کر دی تو ملک کے حق میں بہتر نتائج کی توقع نہیں ہو سکتی۔

۴۔ ہمیں معلوم ہے کہ ملحدین کی یہ حوصلہ افزائی ملک کی سابقہ مساعی اور دینی خدمات کو غارت کر سکتی ہے بالکل ممکن ہے سابقہ محنت بالکلیہ پامال ہو جائے۔

۵۔ اس لئے ضرورت ہے کہ دین پسند جماعتیں سر جوڑ کر بیٹھیں اور مستقبل کے لئے سوچیں پاکستان ہمارا ہے ان لوگوں کا نہیں جن کا مقصد صرف اقتدار ہے اور بس۔

۶۔ ضرورت ہے کہ فروعی اور جزوی اختلافات کو ختم کر دیا جائے اور وقتی احکام کے بجائے دائمی فوائد کو پیش نظر رکھا جائے۔

۷۔ جو جماعتیں بر سر اقتدار حضرات کی رضامندی کے لیئے عوام کو ناراض کر رہی ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ حالات ہمیشہ نہیں رہیں گے۔

آخر میں آپ حضرات کا پھر شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے ان پریشان

خیالات کو پورے سکون سے سُنا

اللھم وفقنا لما تحب وترضی وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

(انتہی)

اہلحدیث کانفرنس سرگودھا

میرے تأثرات

از

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیۃ اہلحدیث مغربی پاکستان :-

الاعتصام شمارہ نمبر ۳۵ جلد نمبر ۹
۷ رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۸ مارچ ۱۹۵۸ء

کانفرنس کا کھلا اجلاس ۱۴-۱۵-۱۶ مارچ کو تھا لیکن شوریٰ کا اجلاس ۱۳ مارچ نماز ظہر کے بعد شروع ہونا قرار پایا تھا۔ خیال تھا کہ شوریٰ کا ایجنڈا چوداں تک ختم ہو جائے گا اور چوداں کے کھلے اجلاس میں ہم اطمینان سے شریک ہو سکیں گے۔ سابق تجربہ یہ تھا کہ شوریٰ کی مشغولیت کھلے اجلاس پر اثر انداز ہوتی ارکان شوریٰ کھلے اجلاسوں میں بعض وقت حاضر نہ ہو سکتے لیکن امسال بھی یہ تجربہ چنداں کامیاب نہ ہو سکا شوریٰ کے ایجنڈا اور قراردادوں پر بحث کسی قدر لمبی ہو گئی ایجنڈا بمشکل ۱۵ کی صبح کو ختم ہوا۔

جماعت میں بیداری

یہ خوشی کی بات ہے کہ اراکین شوریٰ اکثر ۱۳ مارچ قبل دوپہر پہنچ گئے ظہر کے بعد کورم سے کہیں زیادہ شوریٰ میں شریک ہوئے۔ شوریٰ کے اجلاس سرگودھا کمپنی باغ میں جناح ہال کی کھلی اور شاندار عمارت میں منعقد ہوئے گیلری میں وزیٹر حضرات موجود تھے جن کے لیئے الگ ٹکٹ جاری کئے گئے تھے۔ شکر ہے کہ امسال پولیس نے شوریٰ میں مداخلت کی کوشش نہ کی۔

عرصہ سے عام مجالس میں مفت کھانے کا انتظام کرایا گیا ہے دو روپیے

میں چھ وقت کا کھانا مجلس استقبالیہ کی طرف سے دیا جاتا ہے اراکین شوریٰ تین روپے ادا کرتے ہیں اس میں علماء اور غیر علماء میں کوئی امتیاز نہیں۔ احباب خوشی سے استقبالیہ کی فیس ادا کرکے کھانا کھاتے ہیں جماعت میں بیداری اور مفت خوری سے پرہیز اور قابل مسرت ہے۔

اراکین استقبالیہ مولانا رضاء اللہ ثنائیؒ، ملا عبدالعزیز، مولوی عبدالستار مولوی عبدالغنی صاحب، میر عبدالرحیم صاحب کی مخلصانہ مساعی سے انتظام ہر لحاظ سے قابل تعریف تھا۔ باغ کی مغربی دیوار کے ساتھ دور تک بیت الخلاء کی قطار چلی گئی تھی جس میں پردہ کا مکمل انتظام تھا پانی کا انتظام نہایت معقول تھا ایک پلاٹ میں چٹائیاں بچھا دی گئی تھیں امامت کے فرائض مولانا محی الدین لکھوی اور حافظ محمد صاحب انجام دیتے رہے وضو کے لئے نال لگا کر بہت اچھا انتظام کرایا تھا۔

ہال کی غربی دیوار کے ساتھ مکتبہ سلفیہ لاہور، سکول بکڈپو گوجرانوالہ، اشاعۃ السنۃ لاہور کے علاوہ مکتبہ نعمانیہ گوجرانوالہ کے بک سٹال تھے جن میں جماعت کا قدیم اور جدید لٹریچر سلیقہ سے فروخت ہو رہا تھا۔

تیسرے پلاٹ میں ہر ضلع کے لئے ٹنٹ لگا دیئے گئے۔ اسٹیشن اور بسوں سے اترنے والے مہمان بلا تکلیف اپنی اپنی قیام گاہ میں پہنچ جاتے تھے بسوں کے تمام اڈے کمپنی باغ کے سامنے تھے راقم الحروف ناظم اعلیٰ کا خیمہ بھی وہیں تھا مجھے بحمداللہ کسی مہمان سے کوئی شکایت نہیں پہنچی۔

سندھ سے حکیم عبدالمجید شیداد پوری، کوہاٹ سے مولانا محمد عارف صاحب ہزارہ سے خان مہدی زمان خان صاحب کالا باغ آزاد کشمیر سرحد پشاور سے مہمان پہنچ چکے تھے سرگودھا ایسے دور افتادہ علاقہ میں آدمیوں کا سمندر دکھائی دیتا تھا۔ اس کے باوجود کہ اس علاقہ میں جماعت کے افراد کسی قدر کم ہیں مولانا عبدالرحمان صاحب پنجابی دہلوی اور مولانا فقیر اللہ

مرحوم مدراسی کا یہی وطن مالوف ہے اور اہل حدیث اہل علم اس علاقہ میں پیدا ہوئے۔ لیکن لادینی ذہنیت کی وجہ سے تحریک زیادہ بار آور نہ ہو سکی ۱۹۴۷ کے انقلاب میں حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب بمع خاندان یہاں تشریف لائے ان کے علاوہ امرتسر اور ریاست فریدکوٹ وغیرہ سے اور بھی اہل توحید یہاں آکر آباد ہو گئے مولانا امرتسری مرحوم نے مسجد کی تعمیر کے لئے ابتدائً کوشش فرمائی۔ اس وقت ۱۹ - بلاک میں ایک عظیم الشان مسجد تعمیر ہو چکی ہے جس کی ماہوار آمدنی بحمداللہ ہزار بارہ سو کے پس و پیش رہے ہے۔ مولانا محمد اسحاق صاحب قصوری یہاں آج کل خطیب ہیں۔ جو نہایت محنتی عالم اور مخلص ہیں سرگودہا کانفرنس مولانا اور ان کے مخلص ساتھیوں کی مرہون ہے اب اللہ کے فضل سے یہاں مضبوط اور فعال جماعت موجود ہے جس کی تبلیغی کوششیں ضلع کے علاوہ جوہر آباد میانوالی تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کے مال و جان میں برکت فرما دے۔

مجلس شوریٰ

۱۲ مارچ دوپہر سے پہلے مندوبین قریبًا پہنچ گئے تھے ظہر کی مجلس شوریٰ کا اجلاس شروع ہو گیا۔ ناظم اعلیٰ کی رپورٹ اور ناظم مالیات کی رپورٹ مع بجٹ اپنے وقت پر اراکین شوریٰ کے میزوں پر تقسیم کر دی گئیں ناظم اعلیٰ کی رپورٹ میں بعض دوسرے کوائف کے علاوہ جماعت کی تبلیغی کوششوں پر روشنی ڈالی گئی ناظم مالیات نے حسابات کی تفصیل اور گوشوارہ سامنے رکھا اور آئندہ سال کا بجٹ منظوری کے لئے پیش کر دیا باقی ایجنڈا پر بھی دلچسپ بحث ہوتی رہی۔ صاحب صدر مناسب اوقات میں ہاؤس کی رہنمائی کرتے رہے اور یہ قافلہ آگے بڑھتا رہا۔ کبھی نرمی کبھی گرمی، کبھی تلخی کبھی مذاق جو ایسی مجالس کی خصوصیت ہوتی ہے اسی انداز سے مباحث کے مختلف حصے ہوتے رہے مباحث میں احباب کا خلوص اور اس کا انداز بے حد دلکش تھا۔

دوسرا پہلو جہاں یہ کیفیت موجود تھی وہاں ایک چیز قابل تاسف تھی مولانا محی الدین احمد قصوری ناظم تعلیمات کسی وجہ سے اجلاس میں شامل نہ ہو سکے بلکہ اپنا استعفیٰ بھیج دیا جو بادل نا خواستہ منظور کرنا پڑا۔ الحاج محمد اسحٰق صاحب حنیف قلب کے عارضہ سے مریض تھے ایک ماہ سے زیادہ وہ میو ہسپتال میں رہے اب گھر میں صاحب فراش ہیں ڈاکٹر نے انہیں سفر کی اجازت نہ دی امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کے جنازہ پر بذریعہ ہوائی جہاز وہ دہلی پہنچے تھے اس سفر کا اثر ان کی صحت پر اچھا نہیں پڑا میاں محمد عالم ناظم تعمیرات کی کار کا ایکسیڈنٹ ہوا میاں صاحب تا حال میو ہسپتال میں زیر علاج ہیں ان کا بازو دو جگہ سے اور ٹانگ دو جگہ سے ٹوٹ چکی ہے اس لیئے یہ حضرات اجلاس میں شامل نہ ہو سکے نہ ہی ہم ان کے افکار سے مستفید ہو سکے احباب دعا فرمادیں اللہ تعالیٰ ان حضرات کو صحت عاجلہ عطا فرمائے تاکہ جماعت ان کے فیوض سے مستفید ہو سکے اللھم اشفہم بشفاء لک وداوھم بدوائک واشفہم شفاء عاجلا غیر آجل۔ ناظم تعلیمات کا استعفیٰ منظور کیا گیا اور ان کی جگہ ڈرامائی انداز سے مجھے جکڑ دیا گیا حالانکہ اتنے کام کے لئے نہ مجھے فرصت ہے نہ ہی میں اس کے لئے تیار، احباب کے حکم کے سامنے سر جھکا دیا گیا امید ہے کہ اس کام کے لئے احباب سے کچھ نہ کچھ صاحب تیار ہو جائیں گے میرے خیال میں مولانا معین الدین لکھوی میونسپل کمشنر و مہتمم جامعہ محمدیہ اوکاڑہ مولانا محمد اسحاق صاحب خطیب جامع سرگودہا مولانا محمد صدیق صاحب خطیب جامع لائل پور مولانا عبدالمجید صاحب مدیر جریدہ اہلحدیث مجھ سے کہیں زیادہ اس کے اہل ہیں۔
رزقہم اللہ التقوی والاخلاص

۱۴ مارچ شوریٰ کے اجلاس کانفرنس کی مجالس کے ساتھ چلتے رہے۔

کانفرنس کا کھلا اجلاس ۱۴ کی شام کو مولانا اسحاق نے فرمایا، صاحب صدر کی طبیعت کمزور ہے ان کی خواہش

ہے کہ خطبہ جمعہ میں دوں لیکن کانفرنس کے متعدد دوروں اور مختلف مجالس
میں حاضری کی وجہ سے گلا خراب ہو چکا تھا۔ بدن میں بے حد کوفت تھی اس لئے
خطبہ جمعہ باجازت صدر خطیب جامع لائل پور امین پور بازار نے دیا مولانا
ہمارے نوجوان دوستوں سے بہترین خطیب ہیں اور شیعہ اور بریلوی لٹریچر
پران کا عبور قابلِ رشک ہے خطبہ جمعہ میں حاضری بہت تھی۔

نمازِ جمعہ کے بعد عزیزی مولانا رضاء اللہ صاحب حضرت مولانا ثناء اللہ
صاحب کے پوتے ہیں عزیز محترم کے کھڑے ہوتے ہی یکایک ذہن مولانا
ثناء اللہ صاحب مرحوم کی طرف متوجہ ہو گئے کوئی وقت تھا کہ مولانا مرحوم
ان مجالس کی زینت ہوتے تھے کوئی جلسہ مرحوم کے بعد سجتا نہ تھا لیکن
آج جلسہ ایسے شہر میں ہو رہا ہے جس کے ایک گوشے میں مرحوم آرام فرما
ہیں لیکن مجلس ان سے خالی ہے۔ خطبہ استقبالیہ میں جب حضرت مولانا کا
تذکرہ آیا تو مولانا رضاء اللہ کی آواز بھرا گئی اور پورا مجمع ہچکیوں میں کھو گیا اور
یہ بارگاہ مسرت چند لمحوں کے لئے مجلس عزا ہو گئی۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ
وادخلہ الجنۃ ۔ دنیا کے کام چلتے رہتے ہیں لیکن جانے والوں
سے جو خلا پیدا ہوتا ہے وہ نہیں پاٹا جا سکتا۔

مولانا رضاء اللہ صاحب کے بعد صدر محترم خطبہ کے لئے مائیکروفون
کے سامنے آئے خطبہ استقبالیہ طبع ہو چکا تھا لیکن خطبہ صدارت طبع نہ ہو سکا
صدر محترم نے خطبہ کے آغاز ہی میں امام الہند حضرت مولانا ابو الکلام اور حضرت
مولانا حسین احمد صاحب جانشین شیخ الہند کا ذکر فرمایا اس کے ساتھ ہی صدر
محترم کی ہچکیاں بندھ گئیں اور پورا مجمع تھوڑی دیر کے لئے ہچکیوں کی نذر
ہو گیا۔ کوئی آنکھ نہ تھی جس پر آنسوؤں کی جھڑیاں نہ بندھ رہی ہوں چند لمحوں
کے لئے مولانا رک گئے اور مجمع پر خاموشی طاری ہو گئی۔

خطبہ صدارت

خطبہ صدارت کیا تھا ایک بحر مواج تھا عبارت کا
تسلسل جذبات کی فراوانی ارشادات میں خلوص حسنہ

کے ساتھ والہانہ محبت مخالفین سنت پر اور منکرین پر مدلل اور کڑی تنقید محسوس ہوتا تھا کہ یہ آواز ایسے دل سے نکل رہی ہے جو سنت کی محبت سے معمور ہے۔ گو وہ بے بس ہے لیکن منکرین سنت کی شر انگیز عیاریوں سے پوری طرح آگاہ، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مولانا انکار سنت کے قلعوں پر پے بہ پے حملہ آور ہو رہے ہیں اور یہ حملے اس وقت تک جاری رہیں گے تاآنکہ انکار سنت کے ان قلعوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے۔ اس مقام پر علالت اور نقاہت کے باوجود مولانا کی آواز میں گرج پیدا ہو گئی . . .

. . . . پورے مجمع پر سکتہ طاری تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بقول مولانا اسحاق ابوالکلام اپنی خطیبانہ رعنائیوں کے ساتھ وقف خرام ہیں۔ خطبے کے محتویات کا تذکرہ میری بساط میں نہیں نہ قلم میں ہمت ہے کہ ان حقائق کو اگل سکے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ روح الامین صدر محترم کی تائید کر رہا ہے عنقریب خطبہ بذریعہ الاعتصام آپ کے سامعہ نواز ہوگا اور عنقریب مطبوعہ خطبہ حضرات تک پہنچ جائے گا۔

خطبہ کے ایک حصہ میں منکرین سنت پر مدلل تنقید تھی دوسرے حصہ میں اہل بدعت کی بدعت اور غلط روی کا تذکرہ تھا ایک حصہ میں مسلک اہلحدیث کی وضاحت اور فقہی جمود پر خوشگوار مکمل مدلل بحث اس کے بعد جماعت کے ساتھ لزوم مرکزی جمعیت کے ساتھ وفاداری کا تذکرہ تھا۔

آخر میں دین پسند جماعتوں کو تلقین فرمائی گئی تھی کہ وہ اعتصام بحبل اللہ کریں اور جمع کرنے کے لئے تیار ورنہ وقت تمہارا انتظار نہیں کرے گا حقیقت پسند جماعتیں بہت آگے نکل چکی ہیں اور معلوم ہے کہ تیز رو مسافر دون ہمت اور غفلت شعار ساتھیوں کا انتظار نہیں کریں گے۔

سب سے آخر میں دین پسند جماعتوں کے انتشار اور باہم اختلاف پر اظہار افسوس کیا گیا تھا۔ ایک واقف کار اور حقیقت آگاہ انسان کی طرف

دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث کے اختلافات کا درد مندانہ تذکرہ فرمایا گیا تھا اور دعوت دی گئی تھی کہ تمام دین پسند جماعتیں الحاد اور فحاشی کا مقابلہ کریں اور قرآن و سنت کے نفاذ کے لئے کوشش کریں نماز عصر کے لئے جلسہ برخاست ہوا۔ دوسرا اجلاس نمازِ عشاء کے بعد شروع ہوا۔

اتوار رات بارہ ۱۲ بجے تک تقاریر اور تجاویز پاس ہوتی رہیں اور اجلاس خیر و خوبی سے ختم ہوا علماء کی اسقدر کثرت تھی بعض حضرات کو تقاریر کا وقت ہی نہ دیا جا سکا۔ مولانا عبدالمجید صاحب سوہدروی اپنے انداز پر ایک مفصل تقریر فرما کر جلدی واپس تشریف لے گئے۔

۱۶ر کی رات اور ۱۷ر کی صبح تک تمام مہمان واپس تشریف لے گئے اللہ تعالیٰ ہم سب کو حسن عمل اور اخلاص کی توفیق مرحمت فرما دے اور مولانا رضاء اللہ صاحب ثنائی، مولانا ذکار اللہ صاحب ثنائی، مولانا محمد اسحاق، مولانا عبدالغنی، ملا عبدالعزیز صاحب، مولوی عبدالستار صاحب، میر عبدالرحیم صاحب کو توفیق مرحمت فرما دے کہ وہ زیادہ سے زیادہ توحید و سنت کی اشاعت کر سکیں اور صدر محترم کی آرزو زیادہ سے زیادہ پوری ہو۔

(انتہی)

مولانا محمد اسماعیل ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیۃ اہلحدیث مغربی پاکستان

کی

سالانہ رپورٹ بابت ۵۷-۱۹۵۸ء

جو مرکزی مجلس شوریٰ منعقدہ سرگودھا میں پیش کی گئی۔

الاعتصام شمارہ نمبر ۳۴ جلد نمبر ۹
۲۹ شعبان ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۱ مارچ ۱۹۵۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ الحمد للہ الذی خلق السمٰوٰت والارض وجعل الظلمات والنور ثم الذین کفروا بربہم یعدلون ۔ ھوالذی خلقکم من طین ثم قضیٰ اجلاً وّ اجل مسمی عندہ ثم انتم تمترون ھوالذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین وآخرین منھم لما یلحقوا بہم وھوالعزیز الحکیم ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

حضرات کرام ! جناب واقف ہیں کہ مرکزی جمعیۃ اہلحدیث مغربی پاکستان کی تاسیس ۱۹۴۸ء میں ہوئی۔ ۱۹۴۷ء کے تباہی خیز انقلاب میں جماعت اہل حدیث پر جو الم ناک مصائب آئے ہمارے مکاتب و مدارس جس طرح برباد ہوئے وہ ڈھکی چھپی چیز نہیں۔

شاہ شہیدؒ کے ساتھ تعلق کی وجہ سے اہل حدیث حضرات کے کانوں میں جہاد کے نغمے تو سمع نواز ہوتے ہی رہتے تھے۔ شہید حق کا پیغام بھی کانوں میں گونجتا رہتا تھا اس لئے اہل حدیث کے دل میں جہاد کی محبت اور شہادت کا شوق ہمیشہ کروٹیں لیتا رہا۔

۱۹۴۷ء کے ہنگاموں میں بھی اتفاقاً سکھ ہندوؤں سے پیش پیش تھے اور آج سے سوا سو سال قبل بھی اہل توحید کی دست بدست جنگ سکھوں ہی سے ہوئی تھی اپنے بزرگوں کی شہادت، سکھوں کے مظالم، انگریزوں کی شرپسندی ایک تاریخی حقیقت تھی مشرقی پنجاب میں جو ہنگامے ہوئے وہ بھی اس لحاظ سے بالاکوٹ کے ہنگاموں سے ملتے جلتے تھے۔

اہل حدیث علماء اور عوام نے ان ہنگاموں میں پوری جوانمردی سے حصہ لیا عوام کی طرح بھاگنے سے انکار کر دیا موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر عموماً جرأت سے مقابلہ کیا اگر فوجی طاقت مشرقی پنجاب میں شرارت پسند عناصر کا ساتھ نہ دیتی تو بالکل ممکن تھا کہ مسلمان سکھوں کو دہلی سے ورے سنبھالا نہ لینے دیتے۔

موحد نوجوانوں نے ان معرکوں میں بھاگنے سے انکار کر دیا ان کا خیال بھی نہ تھا کہ وہ ترک وطنی کریں گے وہ اس شورش اور ہنگامہ کو وقتی سمجھ کر وہیں مقیم رہے خود برباد ہوئے عزیز واقارب مظالم کا تختۂ مشق بنے آبروئیں برباد ہوئیں اور بالآخر اکثر نے جامِ شہادت نوش کیا۔ اللھم اغفرلھم وارحمھم وارفع درجاتھم۔

سراسیمگی اور پریشانی

اس پریشانی میں جب وہ پاکستان پہنچے تو طبائع پر مایوسی چھائی ہوئی تھی یہاں پہنچ کر ضروریات زندگی کی فراہمی سے عرصہ تک فرصت نہ مل سکی اس لیئے کہیں ۱۹۴۸ء میں مرکزی جمعیۃ کی بنیاد رکھی جا سکی۔

پہلا مختصر سا اجلاس لاہور میں حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹیؒ کی صدارت میں ہوا ہماری مالی پریشانی کا یہ حال تھا کہ خطبہ صدارت بھی اس وقت طبع نہ ہو سکا مولانا مرحوم نے اسے احتفال الجمہور کے نام سے بعد میں شائع فرمایا جن حضرات کی نظر سے وہ خطبہ گذرا ہوگا وہ محسوس فرمائیں گے کہ محترم صدر جلسہ بھی اس وقت کام کی رفتار طریق کار اور رفقاء کار پر مطمئن نہ تھے۔

اس اجلاس کا اثر اس جلسہ سے صرف اس قدر فائدہ ہوا کہ بعض بکھرے ہوئے دوستوں سے ملاقات ہو گئی مایوس دوستوں کو جماعتی زندگی کا احساس ہوا مایوسی کسی قدر کم ہوئی اس کے علاوہ ہم لوگ کوئی بنیادی فیصلہ نہ کر سکے اس سے پہلے عارضی انتخاب ہو چکا جس میں صدر حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی قرار پائے تھے۔ ناظم عمومی پروفیسر عبدالقیوم ــــ اس وقت صدارت کی تصدیق کی گئی اور ناظم بدل دیا گیا۔

مالی حالت اس اجلاس میں جماعت کی مالی حالت میں کوئی ترقی نہیں ہوئی جو رقوم آئیں مشکل سے اخراجات پورے ہوئے بلکہ جمعیت مقروض ہو گئی اس وقت مرحوم اخبار " اہلحدیث " کے بعد اخبار کی ضرورت شدت سے محسوس ہو رہی تھی لیکن اس وقت مالی حالات کے پیش نظر کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ نظام جماعت کے متعلق بھی ــــ جو کوشش ہوئی وہ خط و کتابت ہی سے ہوئی۔ دفتر گوجرانوالہ چلا گیا نظام کے متعلق احباب کی توجہ بڑھتی چلی گئی اخبار کے لئے تقاضا ہونا شروع ہو گیا۔

الاعتصام ۱۹۴۹ء میں " الاعتصام " کا اجراء عمل میں آیا اس کے لئے ابتدائی رقم جماعت اہلحدیث گوجرانوالہ نے مرحمت فرمائی جس کی مقدار مختلف دفتروں میں قریباً دو ہزار روپیہ تھی اس کے پہلے مدیر مولانا محمد حنیف صاحب ندوی تھے کچھ

عرصہ کے بعد یہ ذمہ داری..... مولوی محمد اسحاق صاحب نے سنبھالی آج
کل ادارت کے فرائض صدر محترم مولانا سید محمد داؤد صاحب ادا فرما رہے ہیں
اخبار کے بعد قدرتی طور پر کام کی رفتار تیز ہوگئی دفتر کا کام بھی زیادہ ہو
گیا مولانا محمد اسحاق صاحب ناظم کے کام میں بھی ہاتھ بٹاتے رہے اور
کام بڑھتا گیا۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ حالات کے پیش نظر سالانہ
اجلاس کا حوصلہ نہ ہو سکا۔

قواعد و ضوابط غالباً ۱۹۵۲ء میں مختصر سے قواعد و ضوابط بنائے گئے
کام میں کچھ باقاعدگی کی کوشش کی گئی اضلاعی اور شہری
جمعیتوں کی تعداد بیسیوں تک پہنچ گئی تھوڑی بہت رقوم بسلسلہ اعانت
جمعیت آنی شروع ہوئیں اور ایک گونہ اطمینان محسوس ہونے لگا۔ احباب
سر جوڑ کر بیٹھنے لگے یہ ساری ترقی صدر محترم کی سرپرستی میں ہوئی یہ نظام
ابھی سنبھل ہی رہا تھا کہ قادیانی بے اعتدالیوں نے ملک کو چونکا دیا۔ سر
ظفر اللہ خاں کی وزارت خارجہ نے ملک کو سوچنے پر مجبور کر دیا کہ پاکستان
میں جمہور مسلمانوں کی حکومت ہے یا خلیفہ بشیر الدین اینڈ کمپنی کی ـــــ
مجلس تحفظ ختم نبوت قائم ہوئی اہلحدیث اپنی کمزوریوں کے باوجود اپنے
مزاج اور افتاد طبیعت سے مجبور تھے کہ عمومی مسائل میں حصہ لیں اور اسلام
کے خلاف جو مفاسد سر اٹھائیں ان کے خلاف سینہ سپر ہو کر اسلام کی آبرو
اور اسلامی عقائد کی حفاظت کریں۔ جماعتی حالات کی ناسازگاری کے باوجود جماعت
تحفظ ختم نبوت کی جنگ میں کود پڑی حکومت کی عاقبت نااندیشی سے
ملک میدان کارزار بن گیا اور جماعت کے عوام اور خواص پورے مغربی
پاکستان میں جیل کے مہمان ہو گئے اس خلفشار میں قریباً ایک سال گذر گیا
ہم کوئی تعمیری کام نہ کر سکے نہ حکومت مطمئن ہو سکی نہ ملک میں اطمینان کی
کوئی صورت پیدا ہو سکی پورا سال پریشانی میں گذرا کوئی نمایاں کام نہ ہو
سکا۔

ملتان کانفرنس ۱۹۵۴ء میں جب ملک ذرا مائل بسکون ہوا۔ رفقاء جیلوں سے باہر آ گئے۔ ملتان کانفرنس کی تیاری شروع ہو گئی احباب ملتان نے اس خلوص اور بے جگری سے کام کیا پانی کی طرح روپیہ بہایا۔ مجھے اس کہنے میں باق نہیں کہ جماعت کے استحکام کا آغاز ملتان کانفرنس سے ہوا احباب ملتان کی یہ کوششیں جماعت کی تاریخ میں سنہری حرفوں سے لکھی جائیں گی۔

راقم الحروف تو ان دنوں نظر بند تھا ملتان حاضر نہ ہو سکا جو احباب ملتان گئے وہ احباب ملتان کے حسن انتظام اور ایثار سے بے حد مطمئن تھے کانفرنس کامیابی سے ختم ہوئی رکن سازی کے بعد انتخاب ہوا۔ قریباً عہدہ دار پہلے ہی بحال رہے کام کے لئے روپیہ بھی بچ گیا اور جماعت میں نئی روح پیدا ہو گئی۔

مبلّغین کانفرنس کے بعد خیال پیدا ہوا کہ مبلّغین کا ملک میں جال بچھا دیا جائے تاکہ نظم زیادہ سے زیادہ مضبوط ہو اور مختلف علاقے باہم مربوط ہو جائیں۔ لیکن یہ تجربہ ناکام ثابت ہوا مبلّغین پورا سال رسمی وعظ کہتے پھرے جماعتی نظم کے متعلق ان کے اپنے دماغ بھی صاف نہ تھے نہ انہیں تجربہ ہی تھا اس لئے وہ نظم اور اجتماعیت کی خوبیوں سے جماعت کو آشنا نہ کر سکے ہماری غلطی یہ تھی کہ جس کام کے لئے انہیں ٹرینڈ نہیں کیا اس کام پر انہیں لگا دیا گیا اس لئے اس پر جس قدر مصارف ہوئے ان کا فائدہ بہت کم ہوا۔ اس لئے اس سلسلے کو روک دیا گیا یہ شکوہ اب بھی بدستور ہے کہ ہمارے مبلّغین اجتماعیت کی خوبیوں سے بہت کم آشنا ہو سکے ہیں حالانکہ اسلامی تعلیمات میں جماعت اور اجتماعیت روح کی حیثیت رکھتی ہے نظم وضبط جمہوریت کی جان ہے تفرد فی الواقع جاہلیت کی رسم ہے۔

لائل پور کانفرنس

۱۹۵۵ء بڑی امیدوں کا سال تھا کچھ تجربے ہو چکے تھے حوصلے بڑھے ہوئے تھے خیال تھا کہ عام تبلیغ کی بجائے کوئی ٹھوس کام کیا جائے۔ تعلیم اور تدریس ہی سے پہلے جماعت بڑھی تھی۔ حضرت شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین صاحب رحمہ اللہ کے درس نے اکناف عالم کو منور فرما دیا تھا اور آج تک وہی روشنی ہے جسے ہم نئی ظلمتوں کے بالمقابل استعمال کر رہے ہیں امامت اور قیادت حضرت میاں صاحب کے تلامذہ ہی کی مرہون احسان ہے لائل پور میں کچھ زمین پہلے موجود تھی جو محترم صاحب خیر چودھری صاحب ــــ نے تعلیمی ضرورتوں ہی کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ لائل پور شہر اور ضلع میں جماعت کی بہت بڑی اکثریت ہے احباب لائل پور بھی مرکزی مدرسہ کے لئے ہمہ تن شوق تھے گو مصداق ع

مسجد کے زیر سایہ خرابات چاہیئے

یہاں شرارت پسند اور نفاق آمیز ذہن بھی موجود تھا اور ہے جو اپنی دکانداریوں اور ذاتی مفاد کے لیئے پس پردہ مخالفت کرتا رہا لیکن ان منافقانہ کوششوں کے علی الرغم لائل پور میں مدرسہ کی بنیاد رکھ دی گئی ــــ مزید زمین بھی خریدی گئی بقدر ضرورت اور زمین بھی اس کے ساتھ ملانے کا ارادہ ہے انشاء اللہ۔

اس ضرورت کا احساس طبائع پر اس قدر غالب تھا کہ عمارت کا انتظار کیئے بغیر لاہور میں بعجلت تمام درجہ تکمیل اور تخصیص کا کام شروع کر دیا حالانکہ جو طلباء داخل کیئے گئے ضرورت کے لحاظ سے معیاری نہ تھے امتحان داخلہ میں ان کی کامیابی خوش آئند نہ تھی لیکن ؎

بدہ رزق بامرغ ذکیک حمام   کہ ناگاہ بمایت بیامد مدام

جو کچھ تھا اسے قبول کر کے اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے کام شروع کر دیا گیا۔

گوجرانوالہ کانفرنس

لائل پور کے بعد کانفرنس کے لئے گوجرانوالہ کا انتخاب عمل میں آیا احباب لائل پور نے کانفرنس اور اس

کے بعد جماعت کی مالی حالت مضبوط کرنے کے لئے مخلصانہ کوششیں فرمائیں۔ لائل پور کانفرنس سے ظاہر ہوتا تھا کہ جماعت کام کے لئے پوری طرح تیار ہے بے امیدی کی کوئی وجہ نہیں خزانہ بھی خالی نہ تھا مزید جس قدر طلب کیا جائے مل سکتا تھا۔

سیلاب گوجرانوالہ کاروباری شہر ہے جماعت بھی بحمداللہ کافی ہے اور اچھی حالت میں ہے لیکن اس وقت طغیانی نے قریبًا پورے علاقہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اضلاع لائل پور، لاہور گوجرانوالہ، سیالکوٹ، گجرات، ملتان، سیلاب سے بہت زیادہ متاثر ہوئے ان متاثرہ علاقوں میں ریلیف کا کام جماعت نے بڑی تندہی سے کیا پرانی کارکن جماعتیں ہمارے کارکنوں، رضاکاروں کی جرأت، ایثار اور محنت سے ششدر رہ گئیں۔ والحمد للہ علی ذلک۔

سیلاب زدہ علاقوں میں ہزاروں روپیہ صرف کر دیا گیا سیلاب زدہ علاقہ میں ادویہ مہیا کی گئیں طبی مراکز کھولے گئے اس طرح بھی کافی مصارف اٹھ گئے حافظ آباد کی جماعت نے سیلاب زدہ علاقہ کے لئے بے نظیر کام کیا سامان خورد ونوش کے علاوہ سینکڑوں روپے، ہزاروں گز کپڑا تقسیم کیا۔ جزاھم اللہ

ان خطیر مصارف اور خطرناک حالات کے باوجود گوجرانوالہ میں کانفرنس کا فیصلہ کر لیا گیا۔ سیلاب کی وجہ سے قریبًا چھ ماہ دیر کرنا پڑی سڑکیں خراب تھیں لائنیں ٹوٹ چکی تھیں اس ——— پریشاں حالی کے باوجود شہر گوجرانوالہ کے اہل خیر نے قریبًا بیس بائیس ہزار روپیہ جمع کیا دوسرے اضلاع نے بھی دل کھول کر امداد دی ایام کانفرنس میں بے پناہ بارش کی وجہ سے انتظامات پر بہت برا اثر پڑا کانفرنس کے وقتی التواء کا اثر بھی کافی ہوا اس کے باوجود کانفرنس امید سے زیادہ کامیاب ہوئی۔

تعلیمی نظام لاہور سے لائل پور منتقل کر دیا گیا اساتذہ اور طلباء سب لائل پور پہنچ گئے عمارت میں کچھ دیر تھی کچھ کوٹھیاں کرایہ پر لے کر مسجد اہلحدیث

امین پور بازار میں ابتدائی، ثانوی اور انتہائی تعلیم شروع کر دی گئی.... ناتجربہ کاری اور کچھ نئے اور ابتدائی حالات کی وجہ سے مدرسہ کے نظام میں کچھ نقائص ضرور رہے۔ بعض شرارت پسند طلباء سے نظم ونسق کی غلطیاں بھی سرزد ہوئیں تاہم تعلیم کا نظام تسلی بخش رہا —— اور امید ہے کہ آئندہ کام کی رفتار مزید تسلی بخش ہو گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

کام کا پھیلاؤ ان آٹھ نو سالوں میں کام کا پھیلاؤ بہت زیادہ ہو گیا۔ ایک ناظم سے سارے کام پر کنٹرول مشکل تھا اس لیئے قواعد وضوابط میں تبدیلی کے بعد مزید چار ناظم بڑھا دیئے گئے اور تقسیم کار کے طور پر کام اس طرح تقسیم کر دیا گیا۔

ناظم اعلیٰ :۔ محمد اسماعیل گوجرانوالہ

ناظم تعلیمات :۔ مولانا محی الدین احمد صاحب قصوری بی۔اے

ناظم نشر واشاعت :۔ الحاج میاں محمد اسحٰق صاحب حنیف امرتسری

ناظم تعمیرات :۔ محترم میاں محمد عالم صاحب گورنمنٹ کنٹریکٹر

ناظم مالیات :۔ میاں عبدالمجید صاحب مصری شاہ لاہور

اس تقسیم کار سے کچھ مشکلات بھی پیش آئیں لیکن سہولت بہت زیادہ ہوئی —— اس قدر پھیلے ہوئے کام پر بقدر ضرورت انضباط کیا گیا۔

اثناء سال میں ارادہ ہوا کہ مزید زمین دارالعلوم کے ساتھ ملا لی جائے احباب لاہور کی توجہ اور محنت سے احباب لاہور ہی نے اکیس ہزار کی رقم مہیا کرنے کے علاوہ پانچ ٹن سریہ (قیمتی چھ ہزار روپے) بھی تعمیر جامعہ سلفیہ کے لیئے بہم پہنچایا۔ اللھم بارك لھم فی اھلھم ومالھم وبارك لھم فیما رزقتھم۔ گذشتہ سالوں میں کام کی رپورٹ اور مختصر حسابات بذریعہ "الاعتصام" ملاحظہ سامی سے گذرتے رہے ہیں زیر قلم رپورٹ میں اس سال کی کارگذاری کے لئے سمع خراشی مطلوب ہے۔

ناظم اعلیٰ پر کام کی عمومی نگرانی کے علاوہ تبلیغی نظم ونسق کی خاص طور پر ذمہ

داری عائد ہوئی تھی اس سال مندرجہ ذیل مقامات پر سالانہ جلسے ہوئے ۔ مجالس کے متعلق ہمارا طریق کار یہ ہے کہ جو جماعتیں مرکز کے ساتھ ملحق ہیں وہ جلسوں کی تاریخیں دفتر سے لیتی ہیں مرکزی دفتر کی ہدایت کے مطابق جلسے ہوتے ہیں جو اہل علم اس نظم سے منسلک ہیں وہ جماعتی جلسوں کو مقدم سمجھتے ہیں اگر کسی دوسرے جلسے میں جانا ضروری ہو تو دفتر کی اطلاع اور اجازت کے بغیر نہیں جاتے دفتر ان کو اس کا کوئی معاوضہ نہیں دیتا محض اصول کی پابندی اور جماعتی فیصلوں کے احترام کی بنا پر وہ اس کا التزام فرماتے ہیں ۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

اس سال تبلیغی جلسے

لائل پور، ٹوبہ ٹیک سنگھ، گوندلاں والا ہرالی والا حافظ آباد، سرگودھا، قلعہ دیدار سنگھ، ڈاراں والی نوکھر، ممنا، فیروز والہ، مریدکے، ایمن آباد، کاموں کی، منصور پور، قصور، پتوکی میاں چنوں، بورا منڈی، دہاڑی، خانیوال، ملتان، عارف والہ، خواجہ چک میانہ چک، لالہ موسیٰ، جہلم، قصور، پبناکھہ، ڈیالہ تیگہ، کلاس والا، کوٹلی مہاراں حمید پور کلاں، میاں والی، خوشاب، ہندو چک، چھینہ، گکھڑ، وزیر آباد ڈھونیکی، بھٹینکی، داد والی، حیدر آباد، کراچی وغیرذلک سینکڑوں مقامات پر باقاعدہ جلسے کئے گئے ۔

جمعیۃ کے مبلغین نے مختلف اضلاع میں ہزاروں میل کا سفر کیا اور کلمہ حق پہنچایا ۔ ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم

بریلویت اور رفض کا فتنہ پاکستان میں سر اٹھا رہا ہے اس کے بالمقابل جڑانوالہ، کاموں کی، جھمس آباد، کوٹ رادھاکشن، جلو موڑ متصل واہگہ وغیرہ مقامات میں بے حد کامیاب معرکے ہوئے، پیچھر دلمی، اوکاڑہ، منٹگمری وغیرہ مقامات میں فریضہ تبلیغ ادا کیا گیا ۔ اللھم وفقنا لما تحب وترضیٰ ۔

راقم الحروف نے گذشتہ سال میں جماعتی مقاصد کے لئے قریباً تین صد

سے زیادہ خطوط لکھے دفتر کی ڈاک اس کے علاوہ ہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جماعت میں نظم کے لئے کسقدر تڑپ ہے اور اگر کیا جائے تو کام کے لئے کسقدر میدان وسیع ہے۔

ضرورت ہے کہ چند مخلص دوست جماعت کے لئے اپنا پورا وقت دیں — جامعہ سلفیہ کے لئے اپنی کوششوں کو وقف کر دیں نظم و نسق کی درستگی کے لئے ملک کے طول و عرض میں دورے کر کے احباب کو جمع کریں۔ اس میں سب سے مشکل علمائے کرام حضرات کی پوزیشن کو سمجھنا ہے۔ اجتماعیت کے لئے سب سے بڑی مشکل ان کی ذہنیت ہے جہاں کوئی صاحب تشریف فرما ہیں، وہیں وہ مطلق العنان بادشاہ یا ڈکٹیٹر کی طرح رہنا چاہتے ہیں کسی نظم یا اجتماعی ذمہ داری کے لئے آمادہ نہیں ہوتے۔ جن کی آبرو کے لئے یہ ساری بھاگ دوڑ ہے وہی اسے شکوک و شبہات کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ الی اللہ المشتکی۔ ؎

وہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا

انتشارِ تعلیم یہی حال ہمارے تعلیمی انتشار کا ہے ہمارے ہاں دارالعلوم اور جامعہ کا نام مضحکہ بن کر رہ گیا ہے جہاں دو چار طالب علم اور ایک نو آموز حضرت بیٹھ گئے رسید بکیں چھپ گئیں وہیں دارالعلوم بن گیا اور جامعہ کی تاسیس عمل میں آ گئی ؎

بوتل جہاں رکھی وہیں مے خانہ بن گیا

اس ناقص اور نامکمل تعلیم سے علم کی وہ مٹی پلید ہوئی — کہ اتخذ الناس رؤسا جھالا فضلوا و اضلوا — ارشاد نبوی کی تصدیق ہونے لگی۔

اذا وسد الامر الی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ (بخاری)

جب کام کی ذمہ داری نااہلوں پر ڈال دی جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ اگر جماعت کو خود زندہ رہنا ہے تو — اولاً اس تعلیمی انتشار کو رد کیجئے

ثانیاً ، مدارس میں باہم ربط پیدا کیجیئے ۔۔۔۔۔ ثالثاً ، اونچی تعلیم کے لئے ایک مرکزی درس گاہ قائم کیجیئے جس میں قابل اساتذہ رکھے جائیں ، ہونہار دماغ جمع کئے جائیں اساتذہ اور طلباء میں ذاتی اعزاض ۔۔۔ اور مشاہرات کی فراوانی قطعاً پیش نظر نہ ہو ۔۔۔ بلکہ جماعت کی سربلندی اور ملت کی خدمت اور علوم کتاب وسنت کا احیاء مطلوب ہو اور عقیدہ سلف اور ائمہ سنت کے علمی ذخائر کی اشاعت اور ترویج مقصود ہو ۔

آئندہ لائحہ عمل

تدریسی خدمات اور علوم کتاب وسنت کی اشاعت میں کامیابی کے بعد مندرجہ ذیل مقاصد کے لئے بھی آپ کو توجہ دینا چاہیئے مستقبل کی تعمیر کا بہت حد تک اس پر انحصار ہے ۔

روزنامہ

ایک روزنامہ کا اجراء جو جماعت کی شان کے مطابق اور مسلک کا صحیح آرگن ہو ۔

اپنا پریس

آج کل پریس جماعتی زندگی کے لئے رگ جان کی حیثیت رکھتا ہے اگر آپ علوم کتاب وسنت کی زیادہ سے زیادہ اشاعت فرمانا چاہیں تو جماعت کو اپنے پریس کے لئے زود یا بدیر سوچنا پڑے گا ۔ میں ناظم نشرواشاعت کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ وہ آج سے ہی اس کے متعلق سوچنا شروع کردیں ۔

دار المطالعہ

ایک عظیم الشان لائبریری کی ضرورت ہے جس میں طلباء اور اہل علم کے علاوہ مصنفین بیٹھ کر تصنیف وتالیف کا کام کرسکیں ضرورت ہے کہ اس میں مختلف علوم وفنون کی لاکھوں کتابیں جمع کی جائیں اہل علم اس میں تحقیق وتدوین کا کام کریں احادیث پر شروح اور حواشی کے علاوہ قدیم اور جدید علوم میں تحقیقی مضامین لکھے جاسکیں اہل علم اس کے لئے اپنے کتب خانے وقف کریں ۔ اہل ثروت اپنی

تجوریوں کے منہ اس عمل خیر کے لئے کھول دیں۔ اور اس کے لئے مخطوطے جمع کیئے جائیں۔ نایاب کتب مہیا کی جائیں ——— اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو توفیق مرحمت فرمائے کہ آپ جماعت کے لئے بڑی سے بڑی قربانی کرسکیں۔ وما ذلك على الله بعزيز۔

(انتہی)

اجتماع فیروزوٹواں میں شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل رح صاحب کی تقریر

بسلسلہ

"نظم جماعت و امارت و صدارت"

مرتب
عبد العظیم انصاری

الاعتصام شمارہ نمبر ۲۲ جلد نمبر ۱۰
۱۴ر جمادی الثانی ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۶ر دسمبر ۱۹۵۸ء

مولانا محمد اسمٰعیل صاحب ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیۃ اہلحدیث نے خطبہ مسنونہ کے بعد اہلحدیث تحریک، اس کی تبلیغی اصلاحی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے مؤثر اور درد بھرے انداز میں جماعت کو خلفشار سے بچنے کی تلقین فرمائی۔

برصغیر پاک و ہند میں جماعت اہلحدیث کی خدمات کے سلسلہ میں آپ نے شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خاندان کا ذکر کیا اور شاہ شہید رح کے مجاہدانہ اور علمی کارناموں کا تفصیل سے تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ شاہ صاحب رح نے جب دیکھا کہ ہندوستان میں برائے نام مسلمان حکومت لُٹ رہی ہے اور انگریز کا اثر و رسوخ بڑھ رہا ہے، مسلمان غیر اسلامی رسم و رواج کے پابند ہو رہے ہیں شرک و بدعات کو مختلف ناموں پر

اسلام میں داخل کیا جا رہا ہے۔ اور انگریز ایک ایسا نظام تعلیم رائج کر رہے ہیں جس سے اندر ہی اندر آہستہ آہستہ مسلمانوں کو اسلام سے دور کیا جائے تو شاہ شہیدؒ نے سیّد احمد رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں ایک ایسی جماعت کی بنیاد ڈالی جو تمام غیر اسلامی رسومات کو مٹائے۔ توحید و سنت کی اشاعت اور صحیح اسلامی حکومت کا نفاذ کرے تاکہ سچی توحید کو اجاگر کیا جا سکے۔ آپ نے کہا کہ۔

"دہلی کا ماحول ایسا نہ تھا کہ وہاں اطمینان سے یہ جد و جہد کی جائے کیونکہ وہاں انگریزوں کا اقتدار تھا اور پنجاب میں بھی حالات سازگار نہ تھے وہاں سکھوں نے اودھم مچا رکھا تھا"

اس لیئے اس جماعت نے ایک طویل راستہ جودھ پور، سندھ اور کوئٹہ کا اختیار کیا اور پشاور کے علاقہ میں پہنچ گئے۔ اس علاقہ میں سکھوں اور انگریزوں کا کوئی اثر نہ تھا اور وہاں اسلامی ذہن بھی تھا۔ شاہ شہیدؒ نے اسلامی تحریک کو زندہ کرنے کے لئے وہاں کوشش کی اور تین سال تک سکھوں کے ساتھ جنگ و قتال میں مصروف رہنے کے بعد شہادت کے درجہ عظمیٰ سے سرفراز ہوئے۔

شاہ صاحبؒ نے تلوار کے ساتھ ساتھ قلم سے بھی کام لیا اور توحید و سنت پر ایک کتاب ———— "تقویۃ الایمان" ———— لکھی جو آج بھی شرک و بدعت کی بیخ کنی کے لئے شمشیر برہنہ ہے۔

شاہ صاحبؒ کی تحریک سے ہندوستان میں مسلک اہل حدیث کو تقویت ہوئی اور ان کے بعد حضرت مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی، مولانا سید محمد صدیق حسن خاں، مولانا عبداللہ غازی پوری، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی مولانا عبداللہ الغزنوی، امام عبدالجبار غزنوی، مولانا حافظ عبدالمنان، مولانا ثناء اللہ رحمہم اللہ نے اس مسلک کی خدمت اور قرآن و حدیث کی نشر و اشاعت کے لئے جو کام کیا وہ کسی سے مخفی نہیں۔

جب ۱۹۴۷ء میں ملک تقسیم ہو گیا اور جماعت اہل حدیث کے افراد پاکستان پہنچے تو وہ انتشار کی حالت میں تمام پاکستان میں پھیل گئے اس وقت عجیب افراتفری تھی اور تمام جماعت بے کسی اور بے بسی کی حالت میں تھی اور خطرہ تھا کہ اگر جماعت کو ایک نظام کے تحت منظم نہ کیا گیا تو ملک میں جماعت کو بڑی مشکلات پیش آئیں گی اور ہمارے اسلاف نے جو خدمات اس سلسلہ میں کی ہیں وہ رائگاں جائیں گی۔

ہم نے کچھ عرصہ انتظار کیا کہ شاید ہمارے بزرگوں سے کوئی صاحب آگے آئیں گے اور جماعت کو اس انتشار سے بچا کر ایک پلیٹ فارم پر جمع کریں گے۔

مگر افسوس! ہماری یہ خواہش پوری نہ ہوئی۔

آخر میں خود حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے عرض کیا کہ آپ اس سلسلہ میں پیش قدمی فرمائیں۔ الحمد للہ کہ میری درخواست کو انہوں نے منظور فرما لیا اور ہم نے مل کر جماعت کا ایک نظام ـــــ مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ـــــ کے نام سے قائم کر دیا۔

اس کے بعد ہم نے کوشش کی کہ جماعت کے تمام اکابر کا تعاون حاصل کریں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ایک وفد مولانا سید داؤد غزنوی صدر مرکزیہ کی قیادت میں مولانا عبد المجید صاحب سوہدروی، مولانا محمد حنیف صاحب ندوی حاجی محمد اسحاق صاحب حنیف اور میاں عبد المجید صاحب پر مشتمل سیالکوٹ مولانا محمد ابراہیم صاحب مرحوم کی خدمت میں پہنچا تاکہ ان کو اس سلسلہ میں آمادہ کیا جائے مگر افسوس کہ انہوں نے ملنے سے اعراض کیا اور مکان کو باہر سے تالا لگوا دیا اور وفد ناکام وہاں سے واپس آیا۔

اس طرح کراچی میں مولانا عبد الستار صاحب دہلوی کی خدمت میں مولانا داؤد صاحب، مولانا محمد علی صاحب لکھوی، مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف اور میں خود حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ آپ اپنا دستور بھیج

دیں اس کو دیکھ کر شمولیت کے متعلق غور کریں گے چنانچہ ہم نے واپس آ کر دستور بھیج دیا مگر انہوں نے آج تک کوئی جواب نہ دیا تاہم انہوں نے مرکزی جمعیتہ کی کوئی مخالفت بھی نہیں کی۔

ایسے ہی مولانا حافظ محمد عبداللہ صاحب روپڑی کی خدمت میں مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف کو متعدد بار بھیجا گیا مگر انہوں نے ملاقات کا کوئی وقت نہ دیا۔

مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی کے پاس ایک وفد نے جانے کا ارادہ کیا مگر انہوں نے خود پیش قدمی فرمائی اور ہمارے نظام سے وابستہ ہو گئے۔ وہ اس وقت شیخ الجامعہ کے عہدہ جلیلہ پر جامعہ سلفیہ میں کام کر رہے ہیں اور مرکزی جمعیتہ کے نائب صدر ہیں۔

تھوڑے ہی عرصہ میں جماعت منظم ہو گئی اور ملک میں جگہ جگہ اس کی سینکڑوں شاخیں قائم ہو گئیں جس کا اثر یہ ہوا کہ ملک کی سب جماعتوں اور حکومت کے ہاں اس کا وقار قائم ہو گیا۔ اور پھر اس موقعہ پر جب کہ ملک میں دوسری جماعتوں کو حکومت نے کسی مشورہ کے لئے بلایا تو مرکزی جماعت کو بھی باقاعدہ دعوت دی۔

امارت کا نزاع

جب اللہ کے فضل و کرم سے جماعت پوری طرح منظم ہو گئی تو چند گنے چنے لوگ اس کو برداشت نہ کر سکے۔ انہوں نے جماعت میں انتشار پیدا کرنے کا عنوان ... ڈھونڈ نکالا اور یہ بہانہ کیا جانے لگا کہ جماعت کا نظم امارت کے نام سے ہونا چاہیئے صدارت غیر شرعی ہے۔

اس خواہ مخواہ کی ہٹ کو ختم کرنے کے لیئے ملتان کانفرنس میں یہ مسئلہ زیر بحث آیا اور مرکزی جمعیتہ عنوان بدلنے پر بھی آمادہ ہو گئی کیونکہ ہماری کوشش ہی یہ تھی کہ جس طرح ہو سکے اس نزاع کو ختم کیا جائے اور جماعت میں انتشار پیدا نہ ہو۔

آخر ان حضرات نے یہ شرط لگائی کہ جب کوئی امیر منتخب ہو جائے تو تا حین حیات اسے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اور وہ مطلق العنان ہو کسی شوریٰ کا پابند نہ ہو۔ ظاہر ہے شرعاً یہ نادرست ہے اس لیئے ہم اسے مان نہ سکے۔

اس کے بعد انہی حضرات نے لاہور کے ایک سائیکل فروش صوفی محمد یٰسین صاحب کو امیر منتخب کر لیا اور کسی دوسرے موزوں امیر کی تلاش میں رہے چنانچہ انہوں نے سید محمد شریف صاحب سابق امیر جماعت کے فرزند رشید مولانا سید محمد اسماعیل مشہدی کو کہا کہ وہ منصب امارت سنبھالیں مگر انہوں نے انکار کر دیا کہ میں جماعت کے لیئے موجب نزاع بننا پسند نہیں کرتا۔ اس کے بعد مولانا عبداللہ صاحب جہانیاں کو امیر بنانے کی کوشش کرتے رہے مگر انہوں نے جواب دے دیا کہ میں مولانا سیّد داؤد غزنوی صاحب کے مقابلہ میں آنا اور جماعت کو انتشار میں مبتلا کرنا پسند نہیں کرتا۔

اس کے بعد صدر محترم مولانا سیّد داؤد غزنوی صاحب نے یک تجویز پیش کی کہ جماعت کو انتشار سے بچانے کے لئے بہتر ہے کہ جید علماء کرام اور جماعت کے فہمیدہ اصحاب پر مشتمل ایک کنونشن بلایا جائے۔ صدارت اور امارت کا مسئلہ ان کے سامنے پیش کر دیا جائے وہاں جو فیصلہ ہو اسے تسلیم کیا جائے مگر امارت کے خواہشمندوں نے اس طرف بھی کوئی توجہ نہ دی۔

مجھے حیرت ہوتی ہے کہ امارت وصدارت کے لفظی نزاع کو اتنا طول دیا گیا ہے اور اس امارت کو شرعی امارت ثابت کرنے کے لیئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا جا رہا ہے حالانکہ یہ بے بس امارت کوئی چیز نہیں اسے شرعی کہنا سراسر نادانی ہے۔

یہ کیا امارت ہے؟ اقتدار کسی اور کے ہاتھ میں ہو اور امیر صاحب

صرف امیر بنے گھر بیٹھے رہیں جو امیر حدود شرعی جاری نہ کر سکے، جہاد نہ کر سکے وہ ہرگز شرعی امیر نہیں ہے۔

امارت شرعی تو ایک اسلامی نظام حکومت ہے اور ظاہر ہے کہ حکومت کے اندر ایک اور حکومت قائم نہیں کی جا سکتی۔

اب جبکہ ملک میں حکومت جنرل ایوب خاں کی ہے اقتدار ان کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہے بھی گذشتہ تمام ذی اقتدار اصحاب سے عدل و انصاف میں ممتاز تو ان کے مقابلہ میں ایک بے بس امارت قائم کرنا چہ معنی دارد؟

اگر ان لوگوں کو حکومت کے کسی فعل پر اعتراض ہے تو اس کی اصلاح کی کوشش کریں اور اگر اس کو خلاف اسلام سمجھتے ہیں تو ملک سے باہر جا کر اس کا مقابلہ کریں اور شرعی نظام کے نفاذ کی کوشش کریں۔

اور یہ حضرات جو یہ کہہ رہے ہیں کہ جو امیر کو تسلیم نہ کرے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے ــــــ وہ یہ امارت ہرگز نہیں جو محض بے بس اور مجبور ہو۔ یہ اس امارت کے لیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ــــــ جو با اختیار امیر ہو۔

اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ حجاج بن یوسف اور ہشام بن عبدالملک جیسے ظالم بادشاہوں کے مقابلہ میں بھی امارت قائم نہیں کی جا سکتی۔ اور نہ وہ شرعی امارت ہو سکتی ہے۔

جب سید محمد شریف مرحوم گھڑیالوی کو امیر بنایا گیا تو مولانا حافظ عبداللہ صاحب روپڑی نے تنظیم میں لکھا تھا کہ ان کی امارت عریف قوم یعنی قوم کے چودھری کی مانند ہے۔ تو اب یہ امارت امارتِ شرعی کیسے ہوئی؟

اس لحاظ سے امیر اور صدر میں کوئی فرق نہیں مقصد دین کی خدمت ہے ــــــ جو لوگ امیر کی بیعت کر رہے ہیں وہ بھی زیادہ سے زیادہ یہی کر

سکتے ہیں اور نظام صدارت بھی یہی کر رہا ہے تو پھر جماعت کو ایک نئی چیز پیدا کر کے انتشار میں ڈالنے کا کیا فائدہ ؟

جب ایک نظام قائم ہے اور وہ کام کر رہا ہے تو اس کی تخریب کی کوشش کرنا کون سی نیکی کا کام ہے ؟

میں نے سنا ہے وہ لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ صدارت کی گاڑی نہیں چلے گی یا روک دی جائے گی۔ تو میں انہیں کہتا ہوں کہ انشاء اللہ یہ گاڑی چلے گی اور چل رہی ہے یہ خدا کا کام ہے جو اس نے کرنا ہے اس گاڑی کو کوئی نہیں روک سکتا جو روکنے کی کوشش کرے گا وہ ختم ہو جائے گا مگر گاڑی نہیں روک سکے گا۔ آخر میں میں اپنے رفقاء سے عرض کروں گا کہ وہ حوصلہ مندی سے کام کرتے رہیں اور سب باتیں برداشت کریں جماعت کو انتشار سے بچانے کی سعی کریں اللہ کے دین کی خدمت کے لئے کام کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرے گا۔ وہی ہمارا اور سب کا حامی و ناصر ہے۔

(انتہیٰ)

سالانہ رپورٹ

جو مولانا محمد اسماعیلؒ صاحب ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیۃ اہلحدیث نے ۷ جون ۱۹۵۹ء کو مجلس شوریٰ کے اجلاس میں پیش کی

الاعتصام شمارہ نمبر ۴۶ جلد نمبر ۱۰
۴ ذی الحجہ ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۲ جون ۱۹۵۹ء

الحمد للہ الذی لم یتخذ ولدا ولم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الذل وکبرہ تکبیرا ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین وآخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد عبدک ورسولک الامی الاواب خاتم النبیین ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔

احباب کرام! گذشتہ سال سرگودھا کانفرنس کے موقعہ پر جمعیۃ کی تاسیس، ابتدائی مشکلات اور بتدریج کام میں وسعت کا تذکرہ احباب سے

کیا گیا تھا اس وقت کی ذمہ داری چار اشخاص کے سپرد ہے۔

محمد اسماعیل	ناظم تعلیمات
حاجی محمد اسحاق صاحب حنیف	ناظم نشر و اشاعت
میاں عبدالمجید مجیدیہ فلور ملز	ناظم مالیات
محمد اسماعیل	ناظم اعلیٰ

تمام ناظم صدر محترم مولانا سید محمد داؤد صاحب غزنوی کی قیادت میں کام کرتے ہیں نظامتوں کی علیحدگی کے باوجود کام جماعتی طریق پر ہوتا ہے۔

مجھے یہ اعتراف ہے کہ ہماری راہ میں تاحال کافی مشکلات ہیں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ ہم نے ۱۹۴۸ء میں جب جماعت کی تنظیم کا کام شروع کیا تھا آج ۱۹۵۹ء میں ہم نے جہاں تک اپنا سفر طے کیا ہے تو میرا دل مسرت سے لبریز ہو جاتا ہے بیرونی کے علاوہ اندرونی مشکلات اس قدر تھیں کہ ان سے عہدہ برآ ہونا ناممکن معلوم ہوتا تھا تاہم ہم نے کافی سفر طے کیا۔ والحمد للہ علی ذلك۔

آج جب ہم اپنے ماضی کو دیکھتے ہیں تو بحمداللہ ہم نے اپنے سفر کا بہت سا حصہ طے کر لیا اور یہ سب رفقاء کے خلوص اور صحیح تعاون کا نتیجہ ہے۔ اللهم زدهم اخلاصا وتوفيقا۔

ہمارے مقاصد

آغاز کار سے ہمارے سامنے پانچ اہم مقاصد تھے:۔

۱۔ علوم سنت اور ان کے لوازم کی ترویج۔

۲۔ جماعت کی شان کے مطابق اخبار۔

۳۔ اپنا پریس اور مکتبہ اور

۔ ایک بہترین لائبریری جو جماعت کی تمام علمی ضروریات کے لئے مکتفی ہو۔

۵۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیئے ایسا مؤثر نظام، جو آج کی تشنہ ذہنیت کو سلف صالحین کے خوشگوار چشموں سے سیراب کر سکے اور اس تمام کام کے لیئے جماعت کو منظم کرنا اور ہر فرد میں جماعتی زندگی کا احساس پیدا کرنا۔ اور جماعت اہلحدیث بحیثیت ایک منظم جماعت کے دوسری جماعتوں کے سامنے آئے اور مشترک مقاصد اسلام میں دوسری جماعتوں کے ساتھ باہمی تعاون کے اصول پر کام کرے۔

موجودہ درسگاہیں علماء کی قلت معلوم امر ہے تمام جماعتیں محسوس کرتی ہیں کہ اکابر کی موت سے جو خلاء ہوا ہے اسے پاٹا نہیں جا سکا جو مدارس ملک میں موجود ہیں ان کا نام آپ پچھ رکھ لیں لیکن افسوس کہ ان کا باہمی تعاون نہیں اس طرح ہمارے نظام تعلیم میں ایک قسم کی اڑچن ہے۔ اساتذہ، طلباء اور انتظامی اداروں کا پورا ڈھانچہ اصلاح اور ترمیم کے قابل ہے۔ یہ مدارس ملت کی ضرورتوں کو پورا نہیں کر سکتے بلکہ اس تعلیمی انتشار کو جس قدر بھی کم کیا جا سکے، جماعت پر احسان اور علم کی خدمت ہو گی۔ ایک شہر یا بستی میں متعدد مدارس سے خواہ مخواہ رقابت پیدا ہوتی ہے۔ طلباء، اساتذہ، ادارۂ اہتمام، تمام کے اخلاق پر اس کا برا اثر ہوتا ہے اور اس رقابت کی وجہ سے جو تعلیم اور انتظام میں نقائص پیدا ہوتے ہیں وہ آپ حضرات سے مخفی نہیں اس تعلیمی انتشار کی اصلاح کے دو طریق ہیں تمام چھوٹی درسگاہیں ختم کر دیں جائیں یا ان میں نظم قائم ہو جائے یعنی نصاب ایک ہو طلباء کا داخلہ اور اخراج نظام کے ماتحت ہو جماعت بندی اور تعلیم میں حد بندی کر دی جائے۔ جس طرح سرکاری مدارس میں پایا جاتا ہے۔

جامعہ اور تجربے ہم نے جامعہ کو حسب فیصلہ شوریٰ اچھے پیمانے پر شروع کیا اپنی بساط کے مطابق اس کے لیئے بہترین اساتذہ مہیا کیئے خیال تھا کہ کسی تصادم کے بغیر ایک

اچھی درس گاہ معرض وجود میں آجائے گی اور صرف انتہائی تعلیم کو پیش نظر رکھا تاکہ چھوٹے مدارس سے کسی مرحلہ پر تصادم نہ ہو طلباء کی خود داری کی حفاظت کے لئے شروع میں معقول وظائف کا فیصلہ کیا گیا لیکن اس تجربہ میں ہمیں ناکامی ہوئی۔

منتہی طلباء کی تعداد قدرتی طور پر کم ہوتی ہے انگریزی اور دینی مدارس دونوں کا یہی تجربہ ہے لیکن مصارف کم نہیں ہو سکتے۔ اساتذہ کی تعداد اسباق کے لحاظ سے ہوتی ہے آخری جماعت میں سو طالب علم ہوں یا پندرہ، اسباق کا تناسب ایک ہی ہوگا۔ اخراجات میں کوئی نمایاں کمی نہیں ہوتی اس لئے رفقاء دریافت فرماتے ہیں کہ فی طالب علم کتنے ہزار روپیہ صرف ہوا؟ مخالف مذاق اڑاتے ہیں جامعہ میں صرف تیس پینتیس طلباء ہیں اور سب سے بڑی دقت یہ ہوئی کہ دوسرے مدارس سے جو طلباء آئے ان کی تعلیم معیاری نہ تھی۔

وظائف نے طلباء میں ایسی ہوس پیدا کر دی۔ طلباء جامعہ اور اس کے منتظمین سے وظائف کے بارے میں اس طرح حساب کرتے گویا جامعہ ان کی مقروض ہے گذشتہ سال سرگودھا کانفرنس کے بعد ان حضرات کے قرضوں سے بصد مشکل عہدہ برآ ہو سکے —— یہ ذہن اس پاکیزہ ذہن کے بالکل خلاف ہے جو انبیاء کی وراثت کا واجبی تقاضا ہے انگریزی اور دینی درسگاہوں میں یہ بنیادی امتیاز ہے کہ وہاں اصل مقصد دنیا ہے، دین کا مقام وہاں ثانوی بھی نہیں —— ہمارے ہاں اصل مقصد دین ہے اور اس کی خدمت دنیا ثانوی مرتبہ ہے اس لئے کوئی نظام جس سے اس ذہن کو ٹھیس پہنچے گوارا نہیں کیا جا سکتا۔ ربنا علیک توکلنا والیک انبنا والیک المصیر۔

جامعہ (۵۸-۵۹) میں ان تجربات کی بنا پر وظائف کی سکیم واپس لے لی گئی اور جامعہ میں بامید منظوری ابتدائی

تعلیم کا سلسلہ بھی رکھ لیا گیا۔ اس وقت جامعہ میں طلباء کی تعداد قریبًا ۲۵ اسی ہے اور اساتذہ قریبًا سات ہیں کھانے کا انتظام عام مدارس سے کافی اچھا ہے مجھے مسرت ہے ۱۹۵۸ء میں جامعہ کے انتظامات تسکین بخش رہے ہے طلباء میں کوئی بدمزگی ظاہر نہیں ہوئی اساتذہ نے محنت سے کام کیا۔

ہم نے گذشتہ سال اہتمام کا کام ایک ادارہ کے سپرد کیا تھا جس کے چار ممبر تھے تا حال یہ تجربہ کامیاب رہا ہے مولانا محمد اسحاق، مولانا محمد صدیق، مولانا عبیداللہ، مولانا محمد یعقوب صاحب نے جس محنت سے جامعہ کا کام کیا ہے ہم اس کے شکر گذار ہیں۔ شکر اللہ مساعیہم

نصاب

دینی مدارس کے نصاب کا مسئلہ درس نظامی میں عام تبدیلی کی ابتداء حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے فرمائی پوری صحاح اور قرآن عزیز لازما درس میں داخل فرمایا لیکن حدیث کا طریق دورہ کی صورت سے تھا ذہین طلباء تو شاید اس سے ضرور مستفید ہوں لیکن متوسط طلباء کو اس سے تبرک کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا تھا۔

حضرت شیخ الکل استاذ العرب والعجم مولانا الشیخ سید نذیر حسین صاحبؒ نے فن حدیث کو نصاب میں ایسی جگہ دی کہ ہر کتاب پر بقدر ضرورت محنت کی جائے اور فن حدیث کے ساتھ رجال اور اصول حدیث پر ضروری توجہ دی جا سکے جس کا تتبع کسی قدر اب ان مدارس میں بھی کیا جارہا ہے۔ جو اہل حدیث کہلانا پسند نہیں کرتے۔

اس کے باوجود نصاب کا مسئلہ ملک کا مشکل ترین مسئلہ ہے۔ علامہ شبلی مرحوم نے ندوۃ العلماء سے اس کا آغاز فرمایا لیکن وہ تاحال کسی ایسے نقطہ پر نہیں پہنچ سکا جسے ملت متفقہ طور پر قبول کر سکے لیکن تبدیلی کی ضرورت کا احساس سب کو ہے ——— جمعیۃ نے بھی امسال تجربۃً نصاب میں نمایاں تبدیلیاں کی ہیں۔ علوم کتاب وسنت و دیگر علوم عربیہ ادبیہ کے ساتھ ساتھ تاریخ، معاشرت اور انگریزی کی طرف بھی خاص توجہ

دی گئی ہے ۔ اس کی افادی حیثیت کا جواب آنے والا وقت ہی دے سکتا ہے اہل علم خصوصًا اصحاب مدارس اس کے متعلق اپنی رائے کا اظہار فرمائیں گے ۔

الاعتصام الاعتصام کا شمار بحمد اللہ ملک کے مؤقر پرچوں میں ہے مخالف اور موافق اسے عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں علمی حلقوں میں اس کا ایک مقام ہے ۔ لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ارباب شوریٰ اور جماعت کے عوامی حلقوں نے اس کے متعلق اپنے فرض کو محسوس نہیں فرمایا ۔

اخبار کی زندگی کا دار و مدار یا اشتہارات پر ہوتا ہے یا اشاعت کی کثرت پر ـــــ دینی اخبار فحش اشتہارات لے نہیں سکتے خریداری کے لئے کوشش آپ حضرات کا فرض ہے جس میں آپ نے تساہل فرمایا ہے ۔

اگر شوریٰ کے تمام ممبر پانچ پانچ خریدار اپنے ذمہ لے لیں اخبار اس سے کہیں بہتر حالت میں جا سکتا ہے ۔

ہم نے گذشتہ سال ایک روزانہ اخبار کے اجراء کو اپنے مقاصد میں شامل کیا تھا اس بے توجہی کے ہوتے ہوئے بہتر ہے کہ آپ حضرات خود ہی اسے اپنے مقاصد سے خارج فرما دیں ۔

"الاعتصام" ـــ ادارہ اشاعۃ السنۃ ـــ کی مطبوعات سے ہے اس ادارہ کے متعلق تفصیلی معلومات ناظم نشر و اشاعت ارشاد فرمائیں گے ۔

پریس قسط ۲ ۔ ۱۹ جون سنہ ۱۹۵۹

ایک جماعتی پریس کا منصوبہ ہمارے سامنے تھا لیکن مجھے حقیقت کے اظہار میں تامل نہیں کہ ہم نے اس کے متعلق کوئی قدم نہیں اٹھایا جا سکا

کی تعمیر اور تعلیم کے اس قدر مصارف ہیں کہ کوئی مزید بوجھ برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ جماعت میں اصحاب ثروت کی کمی نہیں افسوس یہ ہے کہ ملی ضرورتوں کی طرف یہ حضرات بہت کم توجہ دیتے ہیں عام طور پر یہ بوجھ متوسط الحال یا غرباء کے حصے میں آیا ہے اگر جماعت کے مرفہ الحال حضرات توجہ دیں تو پریس کوئی بڑی چیز نہیں اگر پریس ہو جائے تو جماعت کی مطبوعات ارزاں قیمت پر فروخت کی جا سکتی ہیں آخر میں عرض ہے کہ ؎

بر کریماں کارہا دشوار نیست

لائبریری جامعہ کے ساتھ ہی ایک دارالمطالعہ کی بنیاد رکھی جا چکی ہے درسی کتابوں کے ساتھ ساتھ مطالعہ کی کتابیں بھی مکتبہ میں آرہی ہیں مگر یہ ذخیرہ بہت حقیر اور معمولی ہے تاہم اس کی بنیاد رکھی جا چکی ہے۔ مولانا حکیم عزیز الرحمٰن بن حضرت مولانا محمد علی صاحب میر واعظ مرحوم نے قریباً ۷۵ کتابیں جامعہ کو مرحمت فرمائی ہیں جن میں چند کتابیں ایسی ہیں جو اب بازار میں ناپید ہیں بعض دوسرے احباب نے بھی کتابوں کے متعلق نوازش فرمائی۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء

آپ حضرات اپنے ماحول میں اگر متواتر کوشش جاری رکھیں تو کتابوں کا ذخیرہ لاکھوں تک پہنچ سکتا ہے اس معاملہ میں اعضاء شوریٰ کے علاوہ علماء اور اصحاب ثروت بھی میرے مخاطب ہیں کتابیں صدقہ جاریہ ہیں۔ والباقیات الصالحات خیر عند ربك ثوابا وخیر املا

امر بالمعروف تبلیغ کا مسئلہ جماعتوں میں عموماً اور دینی اداروں میں خصوصاً ریڑھ کی ہڈی کا حکم رکھتا ہے جماعت اہلحدیث نے اس شعبہ میں اتنا کام کیا ہے کہ کوئی دوسری جماعت اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ اہلحدیث کانفرنس نے ملک میں وعظ و نصیحت کا جال بچھا دیا۔ مبئی سے پشاور تک، تبت، گلگت اور نیپال کی ترائیوں تک

کانفرنس کے واعظین نے خاتم الموحدین مرحوم شیخ حافظ حمید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب مغفور کی مساعی جمیلہ سے یہ کام بہترین طریقہ پر انجام دیا۔ اسی طرح اور بھی مقتدر علماء اور صلحاء کی کوششوں سے دعوت وارشاد کا کام ہوتا رہا۔

وقت کے تقاضے

لیکن اب وقت کے تقاضے بدل چکے ہیں اس وقت ضرورت ہے کہ آپ حضرات کے سامنے کوئی متعین مقصد ہو تقاریر میں موضوع کی پابندی کی کوشش کی جائے ان کی نقل وحرکت اس نظم کے ساتھ ہو جس سے جماعت کا اور خود ان کا وقار بڑھے تقاریر میں موضوعات اور ضعاف سے پرہیز کیا جائے۔ اسلام کے اہم مسائل سے لوگوں کو آشنا کیا جائے ائمہ سلف اور ان کی سیرت کی دنیا میں اشاعت کی جائے۔

اس معاملہ میں مجھے اعتراف ہے کہ ہم کوئی اہم کام نہیں کر سکے۔ حضرات علماء کی تنظیم کا مسئلہ بہت مشکل ہے جب تک آپ حضرات کا مذاق نہ بدلے آپ حضرات نظم کے احترام کو دل میں جگہ نہ دیں تقاریر میں حضرات واعظین اور مبلغین جماعتی نظم کو مقدم نہ رکھیں اور اپنے سامعین میں جماعتی روح پیدا کرنے کی کوشش نہ کریں تو عام تقاریر جماعت کے وقتی تقاضوں کے لئے چنداں سود مند نہ ہوں گی۔

ہماری مالی حالت

مالیات کی رپورٹ ناظم مالیات دیں گے۔ مجھے صرف اسی قدر کہنا ہے کہ آپ حضرات کی فیاضی سے جس قدر روپیہ آج کل جامعہ اور جمعیتہ کے پروگرام پر صرف کر رہے ہیں اتنا روپیہ بحیثیت مجموعی جماعت کے ہاتھوں میں نہیں آیا۔ یہ آپ کا احسان ہے کہ آپ اپنے رفقاء پر اعتماد فرما کر روپیہ ان کے ہاتھوں میں دے رہے ہیں اس وقت لاکھوں روپیہ بحمد اللہ صرف ہو چکا ہے۔ اس کے باوجود حال یہ ہے کہ جس انداز سے آپ نے

کام شروع کیا ہے اور جن منصوبوں کی تکمیل آپ کے پیش نظر ہے اس لحاظ سے جماعت کو بہت زیادہ روپیہ کی ضرورت ہے ہمارا خیال تھا، جامعہ کی تعمیر پر سات آٹھ لاکھ روپیہ صرف ہوگا لیکن موجودہ گرانی اور حالات کا نشیب و فراز بتارہا ہے کہ ــــــ یہ منصوبہ شاید بیس لاکھ میں بھی پورا نہ ہو۔

اساتذہ کے مشاہرات کے متعلق جو اندازہ ذہن میں تھا ملک کی حیران کن گرانی نے اسے بالکل بدل دیا ــــــ اس لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ حضرات اپنے اعمال خیر اور صدقات میں جامعہ، جماعت اور جمعیّت کو پہلا مرتبہ دیں تاکہ آپ اپنی زندگی میں اپنے مقاصد کی تکمیل دیکھ سکیں اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

(انتہیٰ)

چند گذارشات

الاعتصام شمارہ نمبر ۷ جلد نمبر ۱۵
۲۴ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۱ ستمبر ۱۹۶۲ء

"المنبر" مؤرخہ ۱۰ اگست ۱۹۶۲ء میں ایک تنقیدی مراسلہ مولوی عبدالحلیم صاحب خطیب جامع اہلحدیث شام کوٹ کے قلم سے شائع ہوا ہے۔ المنبر میرے پاس اعزازی اور مسلسل آتا ہے اور میں "المنبر" کے ضروری عنوانات اور مناسب عنوانات اکثر پڑھتا ہوں ۱۰ اگست کا یہ تنقیدی مراسلہ معلوم نہیں میری نظر سے کیوں نہیں گذرا؟ مجھے تعجب ہے۔ مجھے اس کے متعلق اطلاع برادرم محترم مولانا محمد داؤد صاحب راز ناظم اعلیٰ آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس نے دی جبکہ وہ مدراس کسی اجلاس میں شمولیت کے لئے جا رہے تھے میں اس مخلصانہ تنقید کے لئے مدیر "المنبر" مولوی عبدالحلیم اور مولانا راز اصحاب ثلاثہ کا شکر گذار ہوں۔ زادکم اللہ اخلاصا ونصحا۔ ایسی مخلصانہ تنقیدات جماعتی نظم میں روح کی حیثیت رکھتی ہیں۔

میں نے اسے لب و لہجہ کے لحاظ سے تنقید کہا ہے ورنہ درحقیقت یہ امور جماعت کی عملی مساعی میں مفید مشوروں کی حیثیت رکھتے ہیں۔

عزیزم مولوی عبدالحلیم صاحب نے بعض معاملات کو کافی غلط سمجھا ہے اس لئے کہ وہ لب جو بیٹھ کر طوفان سے کھیلنے والوں کو مشورے دے رہے ہیں۔ عزیز محترم نے یہ وطیرہ مدیر المنبر سے سیکھا ہے وہ بھی مدت ہوئی ..... جماعتی ذمہ داریوں سے الگ تھلگ ہو کر ساحل پر بیٹھے مشفق واعظ کا بھیس اختیار فرمائے ہوئے ہیں اور وعظ کا یہ طریق سب سے آسان ہے اس لئے کہ اس میں اپنے عمل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جب حمام ہی نہ

ہو تو نگا کون کہے ؟ اس کے باوجود نصیحت بہر حال نصیحت ہے اور مسلمان کا خوشگوار فرض ہے کہ کلمہ حکمت جہاں سے ملے لے لے اور اس پر عمل کی کوشش کرے

اظہار حقیقت اس سے پیشتر کہ میں ان کے تنقیدی ارشادات کے متعلق تفصیلی گذارشات کروں، حقیقت حال کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں ۔ یقیناً جمعیۃ اہلحدیث مغربی پاکستان کا نظم مغربی پاکستان میں دور دور گوشوں تک پھیلا ہوا اور باہم تعاون بھی کافی حد تک موجود ہے لیکن یہ تعاون رسمی اور آئینی حدود تک ہے ایسے رفقاء جو آئینی رسوم سے بے نیاز ہو کر جمعیۃ کے کام میں اس طرح دلچسپی لیں جیسے وہ اپنے ذاتی کاموں میں لیتے ہیں وہ قانون اور آئین کی آڑ لئے بغیر جماعت کے کام کو اپنا کام سمجھ کر کریں ان کی رفاقت پر فخر کیا جا سکتا ہے ان مخلصین کی مساعی سے یہ کام جس صورت میں بھی چل رہا ہے قابل تعریف ہے لیکن مجھے معلوم ہے اس کے بعض پہلو تشنہ ہیں ۔ خصوصاً نشر و اشاعت کا پہلو کمزور ہے اس کی طرف جماعت کے اہل قلم کو توجہ دینا چاہیئے ۔ ساری چیزیں میرے کرنے کی نہیں ہیں بلکہ اس کے لئے پوری جماعت کی توجہ ضروری ہے ۔

لائل پور کے انتخابات کے بعد وہاں کے بعض افراد نے جو ہنگامہ برپا کیا اور جس انداز سے وہاں کے بعض با اثر افراد نے خاموشی اختیار فرمائی جماعت کے ہر خیر اندیش کی آنکھیں شرم سے جھک جانی چاہئیں ۔ مدیر "المنبر" نے وہاں بھی اپنے مواعظ حسنہ کو اتنا گول مول کیا جس سے بحیثیت مجموعی کوئی فائدہ حاصل نہ ہو سکا ۔

مدیر "المنبر" مجھے اگر معاف فرمائیں تو عرض کروں کہ آپ کی حیثیت اس بزدل سپاہی کی ہے جو میدان کارزار سے بھاگ چکا ہو وہ میدان میں تو آنے سے رہا اب یا وہ میدان کے قصے بیان کرے گا یا پھر وعظ

کھے گا۔ اگر آپ حضرات نے ان لوگوں کی جو عہدوں کی ہوس میں مرے چلے جا رہے ہیں نشان دہی فرما دی ہوتی تو یہ بھی ایک خدمت ہوتی۔ آپ پر وہاں مقامی مصالح غالب آ گئے اور دو ٹوک بات نہ ہو سکی لیکن لفظ اہلحدیث اور مسلک حق سے آپکو اتنی محبت ہے کہ اس کی تنقیص میں جو کچھ زبانِ قلم پر آیا کہہ گذرے۔

رجال کی قلت، رفقاء کی ناہمواری، اسباب و وسائل کی ناسازگاری کے باوجود اب تک جو ہوا اس پر ندامت نہیں۔ اس کے ساتھ اگر آپ حضرات کے مخلصانہ مشورے شامل حال رہے تو یہ سفر جاری رہے گا۔ اگر تخریبی عناصر کی ریشہ دوانیاں جاری رہیں اور احباب نے بھی تنقید ہی کا فریضہ ادا کیا تو اپنا وقت گذار کر موجودہ قافلہ رخصت ہو جائیگا پھر جامعہ ہوگی اور جمعیت۔ آپ حضرات اس کے دروبست پر قابض ہوں گے اور اس وقت کے نقاد کا قلم آپ کے تعاقب میں —— پھر آپ —— محسوس فرمائیں گے کہ تنقید کتنی آسان ہے اور کام کرنا کتنا مشکل۔ اس کے ساتھ ہی اگر مخلص رفقاء کی ویسی ہی کھیپ آپ کے ہم سفر ہوگی۔ تو مجھے امید ہے کہ آپ کام کے لئے کوئی دوسرا میدان تلاش فرمائیں گے۔

اب اپنے ارشادات کے متعلق گذارشات سنیئے۔

لٹریچر اگر پوری جماعت کی طرف سے اس سوال کا جواب مجھے ہی دینا ہے تو میں اس فردگذاشت کو تسلیم کرتا ہوں دقت کے لحاظ سے شستہ زبان میں عمدہ لٹریچر شائع ہونا تو بڑی چیز ہے پرانا محققانہ لٹریچر بھی مرتب کر کے صحیح طور پر شائع نہیں ہو سکا۔ حدیث کے اچھے تراجم کے علاوہ معیار الحق الارشاد الی امر التقلید والاجتہاد، حسن البیان، سیرۃ البخاری، قرآن عزیز کا کوئی سلیس ترجمہ مفید حواشی کے ساتھ بھی شائع نہیں ہوا۔ یہ ایسی کمی ہے جس کے لئے کوئی معقول

معذرت نہیں کی جاسکتی۔ ہمارے علماء کا ایک طبقہ جو چھوٹی چھوٹی "مدرسیاں" بناکر کاروبار کے انداز سے ان کو چلا رہا ہے۔ یہ حضرات اگر اس بے ضرورت مشغلہ کو چھوڑ کر نشر و اشاعت کا کام کریں تو قوم کے سر سے ایک بوجھ اتر جائے اور آپ ہم خرما و ہم ثواب سے شادکام ہوں۔

یہ تعلیمی انتشار جب تک کاروباری انداز سے جاری رہے گا، نشر و اشاعت کا کام نہیں ہوسکے گا۔ یہ متدین جونکیں جس انداز سے ملت کا خون چوس رہی ہیں ان مخلصین کی اصلاح کے بغیر نشر و اشاعت کا کام کسی اچھے پیمانے پر نہیں ہوسکے گا ——— میں اس ابتدائی غلطی کا اعتراف کرتا ہوں کہ ہم اگر جامعہ سلفیہ کے بجائے نشر و اشاعت کا کوئی ادارہ شروع کرتے تو آج یہ ادارہ خود اپنا کفیل ہوتا اور آپکو اس تنقید کی ضرورت نہ ہوتی۔ میں عزیز محترم مولوی عبدالحلیم سے امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنے والد محترم کے خلوص اور عم محترم کے کاروباری انداز سے ملت کے لئے کسے مفید سمجھتے ہیں؟ اور کیا آپ امید رکھتے ہیں کہ آپ کے چچا بزرگوار اپنا انداز بدل لیں؟ میری نظر میں بڑے بڑے اکابر تعلیم کا کام کاروباری انداز سے کر رہے ہیں آپ کے قلم کا رخ اگر اس طرف پھرتا تو مفید ہوتا۔ جمعیۃ اور جامعہ نے اپنی کمزوریوں اور آپ ایسے حضرات کے عدم تعاون کے باوجود بہرحال کچھ نہ کچھ خدمت کی ہے۔ والحمد للہ علی ذلك۔

طلباء کا باہر بھیجنا آپ نے فرمایا ہے کہ طلباء کو باہر بھیجا جاتا تو قابل فخر کارنامہ ہوتا۔ عزیز محترم نے شاید اس تجویز کے نتائج اور عواقب پر غور نہیں کیا۔ آپ کو معلوم ہے کہ عام تعلیمی ادارے پاک و ہند میں کافی ہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ ان اداروں میں سلفی طریقہ تدریس کی ترجمانی نہیں ہوتی جمود کی دعوت کے علاوہ مسلک

اہلحدیث کے خلاف زہر اُگلا جاتا ہے اور اس میں موحد اور بریلوی اداروں میں کوئی امتیاز نہیں بیرونی ممالک میں شاید جمود کم ہو لیکن آوارگی سے بچنا ناممکن ہوگا بیرونی ممالک کی آب و ہوا سے تاثر قبول کرنے کے بعد اگر شیخ الجامعہ یا شیخ الحدیث ڈاڑھی مصری، حجازی، نجدی یا عراقی انداز کی رکھ لیں تو کیا یہاں کی جماعت کے اہلحدیث اسے پسند کرلیں گے بیرونی ممالک میں اگر سلفی مکتب فکر کی کوئی مدرسہ ترجمانی کرتا ہو تو مطلع فرمائیں جامعہ کی موجودگی میں اس تجویز پر غور کیا جا سکتا ہے۔

آپ کے سامنے جامعہ ازہر اور جامعہ مدینہ ہوگی۔ آپ اپنے معلومات کی بنا پر آگاہ فرمائیں آیا ان جوامع میں مسلک سلف کی آبیاری ہو سکتی ہے؟ پھر ان ممالک میں جو معیار اس وقت وظائف اور مشاہرات کا مروج ہے آیا پاکستان کی جماعت اہلحدیث ان کی ذمہ داری لے سکتی ہے؟ مولوی محمد شریف صاحب اشرف سے دریافت فرمائیں۔ کہ وہ پاکستان میں کس مشاہرہ پر اقامت فرمائیں گے اور کیا پڑھائیں گے اور مسلک کو نظرانداز کردیا جائے تو آپ کی تجویز یقیناً قابلِ غور ہے۔

پھر ان ممالک میں اخلاقیات کا جو معیار ہے اس کا طلبہ پر کیا اثر ہوگا مدینہ یونیورسٹی کے طلباء آج کل آئے ہوئے ہیں ان کے طریق رہائش اور ان کی اخلاقی اقدار کو ملاحظہ فرما کر اپنی تجویز پر نظرثانی فرمالیں۔ پتو کی تشریف لائیں تو ابا سے بھی مشورہ فرمالیں۔ میں آپ کی تجویز کا خلاصہ یہ سمجھا ہوں کہ قابل اساتذہ کے مشاہرات کی گرانباری سے تو بچیں لیکن ایسے طلبہ جن کی قابلیت اور مستقبل کی کامیابی موہوم اور مشکوک ہے ان کے خطیر وظائف کا بوجھ برداشت کرلیا جائے اور آپ کا قلم اور الاعتصام کے صفحات ان کی آوارگی کی حمایت کے لئے وقف کر دیئے جائیں ۔

نظیری را بمحفل بردم و گویا غلط کردم
مرا رسوائے عالم ساخت چشم گریہ آلودش

آپ کی دوسری تجویز یہ ہے کہ صرف منتہی طلباء کو داخلہ دیا جائے اور ابتدائی طلباء دوسری درسگاہوں کا رخ کریں۔

عزیزم! ہم نے جامعہ کا آغاز آپ ہی کی تجویز سے کیا اور منتہی طلباء کو ساٹھ ساٹھ روپے وظیفہ دیا اس کا اثر یہ ہوا کہ حضرات طلبہ پورا وقت کھانے پینے میں گذارتے اور کچھ بقیہ دفتر سے جھگڑنے میں بس گذارتے کہ میرے اتنے روپے اتنے آنے بقایا ہیں۔ سرگودھا کانفرنس میں جب مجھے ناظم تعلیمات مقرر کیا گیا تو ان حضرات طلبہ کا ایک وفد صرف اس لئے ملا کہ ہمارے اتنے روپے اور اتنے آنے باقی ہیں۔ اندازِ گفتگو انتہائی تکلیف دہ تھا۔

پھر نچلے مدارس سے جو خام مال ہمیں ملا وہ اتنا مایوس کن تھا کہ بعض مشہور مدارس کے فارغ طلبہ سورۃ کوثر اور سورۃ الم نشرح کا صحیح ترجمہ وغیرہ نہیں کر سکتے تھے اس مجبوری سے ابتدائی کلاسوں کا رکھنا مناسب معلوم ہوا۔

غالباً یہ انتظام دو سال رہا پندرہ یا شاید بیس طلبہ فارغ ہوئے ان کے متعلق آپ ایسے دیدہ ور ہمیں مذاق کرتے تھے کہ ایک مولوی کتنے ہزار میں پڑا؟ میں نے عرض کیا کہ تنقید کرنا بڑا ہی آسان کام ہے اس سے لیڈری چمکتی ہے جرائت بڑھتی ہے کہ ہمارے زورِ قلم سے کون بچ سکتا ہے ؎

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

آخر میں عزیز محترم نے ایک عجیب بات فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ جمعیت کے نظم کا ڈھنڈورہ پیٹنے کے باوجود فارغ طلبہ کے لئے کوئی مفر

پیدا نہیں کیا جا سکا۔ عزیز محترم کی نظر میں یہ بڑے ہی دکھ کا مقام ہے۔ لیکن یہ ایسا دکھ ہے جس کا علاج شاید پچاس سال تک بھی مشکل ہو۔ عزیز محترم نے اس دکھ کی شکایت میں انتہائی بچپن کا ثبوت دیا ہے وہ شام کوٹ کی اقامت اور خطابت کے بعد شاید دنیا کے حالات سے بالکل بے تعلق ہیں جامعہ اور جمعیت پر تنقید کے سوا دنیا سے بالکلیہ کٹ چکے ہیں آپ سے زیادہ کون جانتا ہے عربی مدارس میں طلبہ کو کھانے سے لے کر صابن اور حجامت تک مفت مہیا ہوتی ہے۔ بعض سادہ لوح منتظمین آمد و رفت کا کرایہ بھی دے دیتے ہیں تاکہ حضرت کسی اور جگہ نہ جائیں گویا دینی تعلیم از روزِ اوّل تا آخر قریبًا مفت ہوتی ہے اس کے بالمقابل عصری تعلیم پرائمری سے ایم۔اے تک قیمتًا ہوتی ہے اور بے حد صبر آزما اور گراں اس کے ساتھ طالب علم اپنے اخراجات کا خود کفیل ہوتا ہے یا ورثاء اس کی کفالت کرتے ہیں لیکن یہ بے چارا پوری طرح لٹ جانے کے بعد جب اس سرحد پر پہنچتا ہے جسے عرف عام میں فراغت کہتے ہیں تو حکومت مصرف کی کوئی ذمہ داری نہیں اٹھاتی۔ کسی خوش نصیب کو کوئی سفارش مل جائے یا نمبر اچھے ہوں یا کچھ خرچ کر سکے تو اسے کوئی کام کی پوسٹ مل گئی ورنہ بیچارے بی۔اے، ایم۔اے پاس کر کے سو پچاس کی ملازمت کے لیئے در بدر خاک بسر کرتے پھرتے ہیں حالاں کہ وہاں حکومت کا نظام ہے جس کی پشت پر مادی قوت ہے وہ اگر چاہیں تو اس کھیپ کے لئے مصرف پیدا کر سکتے ہیں لیکن حکومت تعلیم کی ذمہ داری لیتی ہے مصرف کی ذمہ داری نہیں لیتی ——— اس دکھ کا مداوا حکومت پاکستان بلکہ کوئی حکومت بھی نہیں کر سکتی۔ پھر یہ بیچاری جمعیۃ اہلحدیث جس کا پورا نظام طوع و رضا اور احباب کی اعانت پر موقوف ہے۔ یہاں نہ حکومت ہے نہ مادی قوت ——— پھر یہ مصرف کہاں سے لائے؟

مصرف نہ حکومت پیدا کر سکتی ہے نہ جمعیتہ، نہ کوئی دوسری جماعت،
یہ صرف قابلیت ہی پیدا کر سکتی ہے آپ کی فراغت کے بعد آپ کو یاد ہو
گا بعض شہروں میں آپ کی اقامت کا مشورہ ہوا تھا لیکن آپ اور آپ
کے والد محترم نے قرونی بدویت کو ترجیح دے کر شام کوٹ میں ڈیرے
ڈال دیئے۔

مجھے مسرت ہوئی آپ کی تنقید تعمیری ہے قلم اور دماغ دونوں چلتے
ہیں ساحل کو چھوڑیئے طوفان میں اتریئے اور موجوں سے کھیلیئے۔ ہم لوگ
چراغ سحری ہیں پنشن کی عمر گذار رہے ہیں۔ مستقبل کے معمار آپ ہیں۔
ابھی سے مثبت کام کی عادت ڈالئے۔ منفی تعریضات سے بچیئے۔
یہ تعریضات کسی مرض کا علاج نہیں۔ آپ کی بعض چیزوں کو میں نے نظر
انداز کیا ہے۔ مناظرہ مقصود نہیں۔

(انتہیٰ)

یہ رپورٹ مرکزی جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد اسماعیل صاحب نے مرکزی جمعیت کی مجلس شوریٰ کے اجلاس منعقدہ ۱۴ نومبر ۱۹۶۳ء میں پیش کی۔

الاعتصام
شمارہ نمبر ۱۷ جلد نمبر ۱۵
۵ رجب ۱۳۸۳ھ
مطابق
۲۲ نومبر ۱۹۶۳ء

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

حضرات! جمعیۃ مرکزی کی تشکیل اور جامعہ سلفیہ کی تاسیس کے بعد شاید ہی کوئی ایسا سال گذرا ہو جس میں کسی چھوٹے موٹے بحران سے سابقہ نہ پڑا ہو۔ اساتذہ کے طریق کار میں بعض ناہمواریاں، طلباء کے حقوق و مطالبات کی ناسازگاریاں، رفقاء کے طریق فکر کی مشکلات بعض حلقوں کی شریعت نوازیاں، جامعہ کے متعلقین اور خدام کے لیئے ایسے حوادث طبیعت ثانیہ بن گئے ہیں اب ایسا محسوس ہونے لگا ہے کہ یہ خلاف معمول واقعات ہو چکے ہیں ؎

مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہوگئیں

؎
نہ شادی داد ساماں نے نہ غم آورد نقصانے
بہ پیش ہمت ما ہرچہ آمد بود مہمانے

لیکن حضرت الامیر عافاہ اللہ وشفاہ کے تدبر اور رفقائے کار کے خلوص اور پیہم مساعی سے یہ سب بحران ختم ہوتے رہے۔ اور آئندہ بھی انشاء اللہ العزیز ختم ہوتے رہیں گے۔ وما ذلك على الله بعزيز

؎
جو کچھ ہوا ہوا کرم سے تیرے
جو ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

خدا کا شکر ہے کہ اس شجر طیبہ کی شاخیں پاکستان کے اطراف تک پھیلیں اور جامعہ کا غلغلہ تو حدود پاکستان کو پھاند کر دور دور تک پہنچ چکا ہے خدا کرے وہ دن جلد آئیں جب اس چشمہ صافی سے علم کی تشنگی دور ہو۔ جو عرصہ سے جماعت میں محسوس کی جارہی ہے۔

حالات جو بھی ہوں، جامعہ کا منصوبہ بحمد اللہ اپنی طبعی رفتار سے جاری ہے اور بتدریج ترقی کر رہا ہے اس سال جامعہ میں آٹھ اساتذہ کام کر رہے ہیں جن کے اسمائے گرامی ذیل میں مرقوم ہیں۔

۱۔ مولانا حافظ عبد اللہ صاحب شیخ الحدیث
۲۔ مولانا محمد یعقوب صاحب
۳۔ مولانا محمد صادق صاحب
۴۔ مولانا شریف اللہ صاحب
۵۔ مولانا علی محمد صاحب
۶۔ مولانا حافظ بنیا مین صاحب
۷۔ مولانا محمد بن عبد اللہ صاحب
۸۔ محترم پروفیسر عمر فاروق صاحب

باقی عملہ ان کے علاوہ ہے۔

مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی اس دفعہ شروع سال ہی میں مستعفی ہو

گئے تھے بعض حضرات کا یہ خیال تھا کہ جامعہ پر اس کا اثر ہو گا لیکن بظاہر یہ خیال صحیح ثابت نہیں ہوا۔ طلبہ کی تعداد ابتدا سال میں قریباً پونے دو سو تھی اس وقت آخر سال میں قریباً ایک صد چالیس ہے بعض طلباء خود چلے گئے۔ بعض کو تادیب کے طور پر خارج کیا گیا پھر بھی گذشتہ سال سے اس وقت تعداد زیادہ ہے۔

اس سال مولانا ابو حفص صاحب عثمانی کو جامعہ میں بطور سپرنٹنڈنٹ رکھا گیا۔ اساتذہ تعلیمی مشاغل کی وجہ سے بعض انتظامی امور میں پوری توجہ نہیں دے سکتے تھے۔ طلباء کا نظم وضبط اسباق میں حاضری، تعطیلات میں قواعد کی پابندی، جامعہ کے مہمانوں کی دیکھ بھال، زائر حضرات سے گفتگو اور ضروری معاملات کے متعلق معلومات کی فراہمی، بعض طلباء کی آوارگی، سپرنٹنڈنٹ کے تقرر کے بعد ان معاملات میں کافی اصلاح ہو چکی ہے۔

بلا عذر غیر حاضر ہونے والے طلبہ سے مناسب جرمانہ وصول کیا جاتا ہے جو جامعہ کے فنڈ میں جمع ہوتا ہے اور طلبہ پر صرف ہو جاتا ہے۔

جمعہ کی نماز جامعہ میں باقاعدہ ہوتی ہے۔ طلبہ اس میں التزاماً حاضر ہوتے ہیں اگر کوئی ضرورت ہو تو اجازت سے جا سکتے ہیں۔ اور وقت پر حاضر ہو جاتے ہیں۔

روزانہ نماز میں طلبہ حاضر ہوتے ہیں اور اس میں کوتاہی کو قطعاً گوارا نہیں کیا جاتا نماز کی حاضری باقاعدہ لگتی ہے۔

کھانے کی تقسیم میں عموماً بے قاعدگی ہو جاتی ہے کبھی کھانا کم ہو جاتا ہے اور کبھی بڑھ جاتا ہے اس صورت میں غلے کا خرچ بہت بڑھ جاتا ہے۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب نے جامعہ میں اس کا مناسب انتساب کیا ہے عام مدارس کی بہ نسبت جامعہ کی حالت اور نظم بہت بہتر ہے

اسباق کی حاضری، مطالعہ اسباق کے تکرار وغیرہ میں طلبہ کی مشغولیت کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ اب بحمد اللہ چوری وغیرہ اخلاقی برائیوں کی شکایت نسبتاً بہت کم ہیں۔

اساتذہ کرام مفوضہ فرائض کو پوری پابندی سے ادا فرماتے ہیں۔ خود اساتذہ کی بھی دو وقت حاضری ہوتی ہے چھٹیوں کا باقاعدہ نظام ہے بلاوجہ غیر حاضری کبھی نہیں ہوئی۔ حضرات اساتذہ اس نظام کے ساتھ تعاون فرما رہے ہیں جزاھم اللہ تعطیلات کا پورا نظام موجود اور محفوظ ہے۔

جامعہ کے مہمانوں کی دیکھ بھال حسب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انزلوا الناس منازلھم کے مطابق کی جاتی ہے۔ ان کے پتوں کا اندراج ہوتا ہے گویا آنے والے تمام مہمانوں کا بھی ریکارڈ موجود ہے سال میں تمام مہمانوں کی تعداد معلوم ہو سکتی ہے۔

نظام کی پابندی کی وجہ سے بعض حلقوں میں سپرنٹنڈنٹ کی سخت گیری کی شکایت پہنچی ہے۔ ممکن ہے کوئی شکایت کسی حد تک درست بھی ہو لیکن نظم کی پابندی اور اخلاق کی اصلاح کے سلسلے میں بہرحال اسے برداشت کرنا چاہیئے نظم و نسق کے سلسلہ میں بعض ناخوشگوار باتیں بھی برداشت کر لینی چاہئیں۔

اس کے باوجود یقین ہے کہ آئندہ سپرنٹنڈنٹ صاحب بھی اپنے فرائض کو زیادہ خوش اسلوبی سے ادا فرمائیں گے۔

جامعہ میں بحمد اللہ ایک معقول لائبریری موجود ہے جس میں تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ، لغت، ادب، صرف، نحو، معانی، بیان، منطق، فلسفہ اور دیگر فنون کی عربی، فارسی، اردو، انگریزی کا کافی ذخیرہ جمع ہے بعض جامعہ نے خود خریدی ہیں اور کچھ بعض احباب نے وقف فرمائی ہیں۔ ان کی مکمل فہرست اور رجسٹروں میں

اندراجات موجود ہیں اس کے باوجود کتب کی بے حد کمی ہے کتب خانہ کے لئے لاکھوں روپے درکار ہیں امید ہے اصحاب خیر اس طرف توجہ دیں گے۔ جامعہ میں مکمل فہرست کتب موجود ہے جو ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

جامعہ کی تعمیر

۲۴ کمرے مکمل ہو چکے ہیں ایک بالائی کمرہ بھی تعمیر ہو چکا ہے۔ یہ کمرے طلبہ اور اساتذہ کے زیرِ استعمال ہیں۔ ایک مہمان خانہ جو متعدد کمروں پر مشتمل ہے تعمیر ہو چکا ہے چاروں طرف پختہ دیوار تعمیر ہو چکی ہے جو ۵ سو فٹ لمبی ہے گھاس کے پلاٹ بن رہے ہیں چھ کمروں کی اس عمارت میں ابھی کمی ہے توقع ہے اصحاب خیر اس کی تکمیل فرمائیں گے۔

مسجد

مسجد کی تعمیر کا ذمہ میاں عبدالوہاب صاحب (کراچی) نے لیا تھا لیکن وہ کسی نامعلوم سبب سے رہ گئے اب خدا کا شکر ہے کہ مسجد کا ۷۰ × ۴۰ کا کمرہ مع گیلری تیار ہو چکا ہے جس کی چھت ۲۲ فٹ ڈالی گئی ہے یہ کمرہ میاں فضل حق صاحب صدر جامعہ اور محترم شیخ محمد انور صاحب کے مصارف اور مساعی سے تیار ہو گیا جزاھم اللہ عنا وعن المسلمین احسن الجزاء۔

امید ہے آئندہ سال محترم الحاج محمد اسحاق صاحب حنیف ناظم نشر و اشاعت و مالک جناب وولن ملز حسب وعدہ جامعہ ہال کی تعمیر شروع کرا دیں گے اور حضرات ممبران شوریٰ سے گذارش ہے کہ کمروں کے آگے برآمدہ کے لئے اس وقت اعانت فرمائیں۔ یا وعدہ فرمائیں تاکہ طلباء گرمی اور سردی کی شدت سے محفوظ رہ سکیں۔

اب وضو کے لئے ٹونٹیاں، غسل خانے اور طہارت خانے زیر تعمیر ہیں۔ ٹیوب ویل لگ چکا ہے اس کے تمام اخراجات کا ذمہ محترم

عبدالستار صاحب مالک ستارہ فیکٹری گوجرانوالہ نے لے لیا ہے جس کی تکمیل عنقریب ہو جائے گی۔

ناظم تعمیرات اس کے متعلق اپنی مفصل رپورٹ آپ کے سامنے پیش فرمائیں گے اور اسی طرح ناظم نشر و اشاعت اور ناظم مالیات اور مولانا محی الدین صاحب و حافظ محمد ابراہیم صاحب کمیرپوری اپنے کام کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں گے۔

جامعہ میں ششماہی اور سالانہ امتحانات باقاعدہ ہوتے ہیں اور نتائج کا اعلان الاعتصام میں کیا جاتا ہے۔

اس سال گندم کی فراہمی میں محترم مولانا محمد اسحاق امیر جمعیۃ اہلحدیث ضلع لائل پور، مولانا محمد صادق صاحب مدرس جامعہ سلفیہ اور مولانا محمد رفیق صاحب مدنپوری اور مولانا عبدالرشید خطیب جامع نشاط ملز لائل پور، مولانا محمد عبداللہ صاحب ثانی، مولانا محمد داؤد صاحب سمندری اور مولانا قاضی محمد اسلم صاحب سیف، مولانا اللہ بخش صاحب کمیرپوری نے مخلصانہ کوشش فرما کر ہزار من سے زیادہ گندم فراہم فرمائی۔ شکر اللہ ما علیہم۔ اللہ تعالیٰ ان کے ارادوں میں برکت فرمائے اور مزید حسن عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ ان حضرات کی خدمات کو خصوصاً اس بحرانی دور میں جامعہ کسی طرح نہیں بھول سکتی۔

مولانا عبیداللہ احرار احباب لائل پور میں روح رواں کی حیثیت رکھتے ہیں ان کا عزم ہی تعمیرات کے کام کی تکمیل کا کافی حد تک ضامن ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

(انتہیٰ)

نواب گنج (ضلع راجشاہی مشرقی پاکستان) اہلحدیث کانفرنس میں مولانا محمد اسماعیل رح صاحب مرحوم کا

خطبہ صدارت

الاعتصام شمارہ نمبر ۳۷ جلد نمبر ۱۵
۲۴ ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ مطابق ۷ اپریل ۱۹۶۴ء

جو آپ نے ۳ اپریل ۶۴ کو کانفرنس کی صدارت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

الحمد للہ الذی لم یزل عالما قدیرا حیا قیوما سمیعا بصیرا۔ اللھم صل وسلم علی من ارسلہ علی الناس کافۃ بشیرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا وعلی آلہ وصحبہ الاتقیاء ھداۃ الخلق فاسئل بھم خبیرا۔

ایھا الکرام! میری نگاہ ارباب توحید وسنت کے ایسے خوشگوار ماحول کو دیکھ رہی ہے جس کا میسر آنا اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت ہے اس بعد مسافت اور ماحول کے تفاوت کے باوجود جو چیز ہمیں جمع کر رہی ہے وہ اسلام کی ہمہ گیر اخوت اور توحید وسنت کی اتباع اور اس کی طرف دعوت کا رشتہ ہے اور بس۔ اس مقدس

جذبہ کا اثر ہے کہ میں اپنے سامنے فاصبحتم بنعمتہ اخوانا کا پاکیزہ منظر دیکھ رہا ہوں۔

حضرات! مجھے اپنی نارسائیاں اور کمزوریاں خوب معلوم ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ یہاں مجھ سے کہیں زیادہ ارباب کمال موجود ہیں اس کے باوجود میں جس مقام پر کھڑا ہوں۔ یہ آپ حضرات کے وسعت اخلاق کا نتیجہ ہے اور وسیع الظرفی کا اثر ورنہ من آنم کہ من دانم۔

معشر الاخوان! میں آپ کے سامنے ایسے دو دردناک حوادث کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں جن سے ہماری جماعتی زندگی میں ایسا خلاء پیدا ہوا ہے جسے پاٹنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ میں اس سانحہ کا اثر قلب اور دماغ پر محسوس کر رہا ہوں۔

اوّل سید القوم حضرت مولانا عبداللہ الکافی القرشی مرحوم جو علم و فضل کے لحاظ سے پورے پاک و ہند میں اہم شخصیت تھے اور ان کی خدمات جماعت کے لیئے روح کی حیثیت رکھتی تھیں۔

دوم، حضرت مولانا کبیرالدین جن کے ملفوظات گذشتہ سال لاہور مرکزی جمعیۃ اہلحدیث مغربی پاکستان کے تاریخی اجلاس میں ہم نے سُنے تھے۔ ان کے گرامی قدر ارشادات میرے اور میرے رفقاء کے لیئے غذاءِ روح تھے آج میری نگاہ خیرہ ہے وہ آپ کے اس عظیم الشان اجتماع ان دو عظیم المرتبہ شخصیتوں کو نہیں دیکھ رہی ہیں۔ افسوس یہ دونوں مقدس اور پاکباز بزرگ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

من کان قیس ہلکہ ہلک واحد
ولکنہ بنیان قوم تہدما

اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور توفیق عنایت فرمائے کہ ہم ان کے نقش قدم پر چل سکیں۔

آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس

آج سے قریبًا اٹھارہ سال پہلے کتاب و سنت کی اشاعت اور اس کی دعوت کی مرکزیت کا سہرا آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کے سر تھا جس کی تاسیس سالارِ قافلہ حضرت استاذ الاساتذہ مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری اور حضرت الامام مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی وغیرہما رحمہم اللہ نے فرمائی اور جس کی قیادت حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی اور حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمہم اللہ فرماتے رہے اور جس کی سرپرستی خاندان حاجی علیجان مرحوم اور حاتم ملت حافظ حمید اللہ کرتے رہے۔ اللھم اغفرلھم وارحمھم وادخلھم الجنۃ۔ اب کانفرنس کی تبلیغی مساعی تین حصوں میں منقسم ہوگئیں ہیں۔ ہندوستان میں تو بدستور یہ خدمت کانفرنس ہی کر رہی ہے۔ مشرقی پاکستان میں یہ ذمہ داری حضرت العلام مولانا عبداللہ الکافی رحمہ اللہ اور ان کے رفقاء نے لی اور مغربی پاکستان میں ہم نے سید القوم مولانا سیّد محمد داؤد صاحب غزنوی رحمہ اللہ کی قیادت میں اسے شروع کیا جسے بحمداللہ ہم لوگ اپنی بساط کے مطابق کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاص اور اپنی رضا کی توفیق عطا فرمائے۔

مسلک اہلحدیث

حضرات! مسلک اہلحدیث قدیمی مکتب فکر ہے جس نے چند بنیادی اقدار کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھا۔

۱۔ اسلام کی سادہ دعوت اور تکلفات سے پرہیز۔
۲۔ اصلاح بین المسلمین اور امت کو تفرقہ سے بچانا۔
۳۔ شخصی آراء اور افکار کے التزام سے بچتے ہوئے کتاب و سنت کی طرف دعوت دینا
۴۔ نصوص کے فہم میں قرون خیر اور ائمہ سلف کا اتباع کرنا۔

آپ تاریخ کے مختلف ادوار پر غور فرمائیں، مختلف فرقوں میں افراط و تفریط کی رفتار پر گہری نگاہ ڈالیں تو آپ محسوس فرمائیں گے کہ فقہاء اہلحدیث اور ائمہ سنت سے اعتدال کا دامن کبھی چھوٹنے نہیں پایا مشاجرات صحابہ اور اہل بیت کے مقام کے تعین میں جب غلو ہوا اور انکار و تکفیر تک نوبت پہنچی تو ائمہ حدیث ہی نے ہر فریق کے احترام کو قائم رکھا۔ دوسری صدی کے وسط میں مامون الرشید کی بے اعتدالی کی وجہ سے یونانی افکار نے مذہبی دنیا میں جب دھاندلی سی بپا کردی تو ائمہ حدیث اور فقہائے سنت کی قربانیوں نے حق و صداقت کی آبرو رکھ لی اس طرح رسمی تصوف کی بے اعتدالیوں کے جلو میں جب بدعات کا سیلاب آیا تو جن لوگوں نے سنت کی حمایت میں جان کی بازی لگادی وہ اہلحدیث علماء ہی تھے اس کاروباری تصوف نے اسلام کی تخریب اور توحید و سنت کی مخالفت میں جو محاذ قائم کیا تھا اس کا جواب وہی لوگ دے سکتے تھے جن کے سینے ماسوی اللہ کی محبت سے پاک اور حق کی حمایت میں سینہ سپر ہو سکتے تھے۔

ان مختصر گذارشات سے آپ سمجھ سکیں گے کہ پہلی صدی سے چودھویں صدی تک بحمد اللہ قرآن و سنت کے داعیوں نے پوری جرأت سے اپنی ذمہ داری کو پورا کیا۔ نعم ما قال الامام عبد العزیز الرحیم آبادی ؒ

پیشتر از پیشتر از بیشتر
نصرت حق را بھے بستم کمر

حضرات! آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ اہلحدیث نہ کوئی فرقہ ہے نہ کوئی دھڑا۔ بلکہ یہ اسلام کی وہ سادہ آواز تھی جو اس وقت اٹھائی گئی جب کہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ ان کے تلامذہ رحمہم اللہ اور ان کی علمی خدمات

اور ان کی فقہی نکتہ نوازیوں سے دنیا نا آشنا تھی اور ان فروعی مسائل سے جو اجتہادی علوم رونما ہوئے ان کا تصور بھی ذہنوں میں نہیں تھا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔

ومن اهل السنة والجماعة مذهب قديم معروف قبل ان يخلق الله ابا حنيفة ومالكا والشافعي واحمد فانه مذهب الصحابة الذين تلقوه عن نبيهم ومن خالف ذلك كان مبتدعا عند اهل السنة والجماعة	یہ اہل سنت کا ایک قدیمی اور مشہور مذہب ہے جو اس وقت سے پہلے موجود تھا جب اللہ تعالیٰ ائمہ اربعہ کو پیدا کیا یہ صحابہ کا مذہب تھا جو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا جو اس مذہب کی مخالفت کرے وہ اہل سنت کے نزدیک بدعتی ہے۔

(منہاج السنۃ ج ۱ ص ۲۵۶)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔

واما اهل الحديث والسنة والجماعة فقد اختصوا باتباع الكتاب والسنة الثابتة عن نبيهم صلى الله عليه وسلم في الاصول والفروع وما كان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم	اہل حدیث اور اہل سنت والجماعت کتاب اللہ اور سنن ثابتہ کا اتباع ان کی خصوصیت ہے اصول اور فروع میں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کا اتباع کرتے ہیں

(منہاج السنۃ ج ۲ ص ۱۰۳)

شیخ الاسلام کے ارشاد سے ظاہر ہے کہ اصحاب حدیث اور

اہل سنت کا مکتب فکر موجودہ مکاتب فکر سے پہلے موجود تھا اور یہ اصول اور فروع میں صحابہ کی روش کے پابند تھے قرآن اور سنت پر یقین رکھتے تھے اور کسی خاص عالم کی رائے کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔ یہی مذہب ہے جس کی دعوت آخری دور میں اہلحدیث نے دی یہی وہ مسلک ہے جس کے متعلق شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

در عقائد مذہب قدماء اہل سنت اختیار کردی واز تفصیل و تفتیش آنچہ سلف تفتیش نہ کردند ، اعراض نمودن و تشکیکات معقولیاں التفات نکردن و در فروع پیروی علماء محدثین کہ جامع باشند میانی فقہ و حدیث کردن و دائما تفریعات فقہیہ را بر کتاب و سنت عرض نمودن آنچہ موافق باشد در حیز قبول آوردن والا کالائے بد بریش خاوند دادن است۔۔۔۔ راہیچ وقت از عرض مجتہدات بر کتاب و سنت استغنا حاصل نیست وسخن متقشفہ فقہاء کہ تقلید عالمے را دست آویز ساختہ تتبع سنت را ترک کردہ اند نشنیدن و دیشاں التفات کردن و قربت خدا جستن بدوامی النسان

(تفہیمات السنۃ ج ۲ ص ۲۴)

حضرات ! جب بھی اس دعوت کا ظہور ہوا کچھ ذہن اس کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ زمخشری نے اپنے وقت میں اہل علم کے باہمی مطاعن کا ذکر کرتے ہوئے اہل حدیث کے متعلق بڑا دل چسپ طعن ذکر کیا ہے۔

وان قلت من اھل الحدیث وحزبہ

یقولون قیس لیس یدری ویفھم

اگر میں اپنا تعلق اہلحدیث سے ظاہر کروں تو لوگ مجھے کہتے

ہیں یہ کند ذہن ہے اسے درایت اور شعور ادب سے تعلق نہیں ہے۔

حشویہ کا ذکر عموماً متکلمین کی کتابوں میں اہلحدیث کے متعلق کیا گیا ہے آج بھی یہی تنابز بالالقاب کی عادت دنیا میں موجود ہے عوام ہی نہیں اچھے پڑھے لکھے آدمی بھی اس سے پرہیز نہیں کرتے وہابی بیدین لامذہب ایسے الفاظ کہتے ہوئے یہ حضرات حجاب محسوس نہیں کرتے مجھے ان حضرات پر کوئی افسوس نہیں نہ میں ان تہمتوں سے براءت کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ حافظ ابن القیمؒ نے قصیدہ نونیہ، صواعق مرسلہ، اعلام الموقعین وغیرہ میں حافظ ابن تیمیہؒ نے رد المنطق وغیرہ میں حشویہ کی حقیقت کو کافی واضح فرمایا ہے اور اس میں آخری دور میں پون صدی سے زیادہ عرصہ ان اتہامات کی حقیقت کو واضح کرتے گذر گیا شاید ہم ان حضرات کو سمجھا نہیں سکے یا ان حضرات کو صحیح فہم کی توفیق نہیں ملی میں ان کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور اپنا اور آپ کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ وہ جو کہنا چاہتے ہیں کھلے طور پر کہیں ؎

سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو توفیق دے کہ وہ حق کو سمجھ سکیں ؎

وکم من عائب قولا صحیحا
وآفته من الفهم السقیم

سیاسی موقف

وقت اور بساط کے لحاظ سے غرباء کے اس گروہ نے ملت کے سیاسی خدمات سے بھی کبھی گریز نہیں کیا۔ گو یہ واقعہ بہت کم ہوا کہ آئمہ حدیث کسی مسلم حکومت کے بالمقابل تخت و تاج کے حریف ہوئے ہوں۔

نصیحت، تنقید، جائز اور غیر منصف حکام کے سامنے کلمہ حق کہنے کا فریضہ ہمیشہ انجام دیتے رہے ہے۔ اگر وقت آیا تو فریضہ جہاد کے لیئے شمشیر بکف میدان میں آ گئے۔ ہندوستان کی فتح کے لیئے سب سے پہلا جیش جو مقام دیبل میں ساحل ہند پر اترا یہ مسلک حق کا ہی پابند تھا یہ لشکر ۹۲ ھجری میں ولید بن عبدالملک بن مروان کے حکم سے محمد بن قاسم کی قیادت میں ہندوستان پہنچا۔ اس کی فتوحات ملتان، بھکر، قنوج تک پہنچیں۔ معلوم رہے کہ اس وقت ہمارے وہ دوست جو اہل سنت پر قبضہ مخالفانہ جما کر اہل حق کو خارج کر رہے ہیں یہ خود اور ان کے ائمہ سے بھی اس وقت کوئی موجود نہ تھا اس وقت حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قریباً بارہ سال کے ہوں گے۔ اس کے بعد ہر دور میں اہل حق یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ، حافظ ابن القیمؒ رحمہم اللہ کی ان ملی خدمات کو تاریخ کبھی نہیں بھول سکتی اس آخری دور میں حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ، سید احمد شہید نے اور ان کے خلفاء نے سکھوں اور انگریزوں سے یکے بعد دیگرے ٹکر لی۔ یہ تحریک خالص دینی تھی پورے ہندوستان پر اسلامی آئین اور کتاب و سنت کا دستور رائج کرنے کے لیئے شروع کی گئی تھی ناگزیر حالات کی وجہ سے یہ تحریک مئی ۱۸۳۱ء مطابق ۱۲۴۷ھ میں کمزور ہو گئی۔ شاہ اسمٰعیلؒ اور سید احمدؒ کثیر رفقاء کے ساتھ بالاکوٹ کے میدان میں شہید ہو گئے اس شہادت میں بھی مسلم مخالفین کا کافی دخل تھا۔ اس کے بعد یہ تحریک انڈر گراؤنڈ ہو گئی اس کی قیادت مولانا عنایت علی اور مولانا ولایت علی پٹنوی اور ان کے خلفاء نے سنبھال لی۔ یہ لوگ خالص اہلحدیث تھے۔ اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ جمود پسند طبقہ تحریک

جہاد سے بالکل الگ ہو گیا خود اہلحدیث علماء سے بھی بہت سے اکابر نے زیادہ توجہ درس و تدریس دروس و مناظرات کی طرف پھیر لی۔ دواوین سنت کی اشاعت اور دفاتر حدیث و تفاسیر کی خدمت اپنا عمومی مشغلہ قرار دے لیا یہ قدرتی تقسیم کار کا سلسلہ ۱۹۴۷ء تک چلتا رہا۔ اس کے بعد یہ تحریک جلد ختم ہو گئی اور اب معدودے چند افراد کے سوا اس مرکز میں کچھ نہیں اس اثناء میں ملک کی سیاسی تحریکات میں بھی اکابر اہلحدیث پیش پیش رہے اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبدالقادر قصوری مولانا عبدالاوّل غزنوی، مولانا سیّد محمد داؤد صاحب غزنوی، مولانا اکرم خاں صاحب، مولانا عبداللہ الباقی و مولانا عبداللہ الکافی وغیرھم شکراللہ مساعیھم آخری وقت تک ملک کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آج جب کہ پاکستان بن گیا، اسلامی نظام کے لیئے زمین کسی قدر ہموار ہو گئی۔ ارباب توحید کی خدمات کتاب و سنت کی اشاعت اور نظام اسلام کے لیئے وقف ہیں ان کی خواہش ہے کہ اس ملک میں اسلام سربلند ہو۔ بے شک سیاسی جماعتوں کی طرح ہم اس میدان کے کھلاڑی نہیں انتخابات کے جھمیلوں سے ہمیں چنداں دلچسپی نہیں لیکن ہم اپنی رائے کی قیمت اور اس کے دوررس اثرات سے ناواقف نہیں صحیح رائے کا اظہار اور دین پسند معتدل اور غیر متعصب رجال کے ہم خادم ہیں۔ اللھم وفقنا لما تحب و ترضیٰ۔

اندازِ فکر و عمل میں تبدیلی

۱۹۴۷ء کے انقلاب اور اس کے بعد فوجی انقلاب نے ملک کی فضا کو بدل دیا ہے۔ اس کا اثر قدرتی طور پر زندگی کے تمام شعبوں پر پڑا ہے آج سے چند سال پہلے مناظرات کی گرم بازاری دین کی بہت بڑی

خدمت تصور ہوتی تھی۔ عمومی خطابات سے بھی عوام کو متاثر کیا جاتا تھا چھوٹے مدارس محدود طور پر قرآن و سنت کی خدمات سرانجام دے رہے تھے لیکن اب یہ مناظرات اور یہ مختصر قسم کے مدارس ملت کی ضرورت کو پورا نہیں کر سکتے۔ ان رسمی مناظرات کے متعلق ذہنوں کی آمادگی بہت ہی کم ہو گئی ہے۔

حضرات! وقت کے تقاضوں کے مطابق آپ کو اپنی راہیں بدلنی ہوں گی۔ تبلیغ اشاعت کے انداز بدلنے ہوں گے لوگوں کو قریب لانے کے لیئے علماء اور جماعت کے اصحاب خیر کو بڑی حد تک بدلنا ہوگا۔

خدمت خلق

حافظ ابن القیمؒ نے زاد المعاد میں فرمایا ہے کہ خدمت خلق ان اسباب سے ہے جن سے انسان کو شرح صدر حاصل ہوتا انسان میں خدمت کا جذبہ بڑھتا ہے اس لیئے اگر آپ دین کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ عوام کو اپنے قریب لانا چاہتے ہیں تو خدمت خلق کے لیئے تیار ہو جائیے .... ارباب دولت شفاخانے کھولیں۔ محتاج مریضوں اور غیر مستطیع بیماروں کو علاج کی سہولتیں مہیا فرمائیں۔ وہ آپ کی ہر چیز پر غور کریں گے۔ مسیحی مشنریوں نے آپ کے سامنے صحت کے مراکز قائم کیئے مجھے معلوم ہے کہ اب مسیحی مبلغین یہ کام کاروباری انداز سے کر رہے ہیں پھر بھی اس سے انہوں نے کافی فائدہ اٹھایا۔ اگر یہ کام اخلاص اور خدمت دین کے جذبہ سے کیا جائے تو بیحد مفید ثابت ہوگا۔

دار المطالعہ

مناظرات میں تصادم کے ساتھ عناد کی روح پیدا ہوتی تھی جو بسا اوقات مقصد کے لیئے موت کا پیغام ثابت ہوتی تھی۔ اگر مناسب مقامات پر دار المطالعہ کھولے جائیں اس میں مدلل اور سنجیدہ لٹریچر رکھا جائے۔ قرآن عزیز اور دفاتر سنت

کے تراجم سلیس ملکی زبانوں میں کیئے جائیں۔ ذہنوں کے لیئے پر سکون فضا مہیا کی جائے یہ دلوں تک پہنچنے کے لیئے پرامن اور بہترین طریقہ ہے۔ واقعات بتاتے ہیں کہ سلجھے ہوئے لٹریچر نے ایسے دلوں کو متاثر کیا جن سے امید بھی نہیں کی جاتی تھی کہ وہ کوئی اثر قبول کریں گے۔

دارالایتام یتیم قوم کی امانت ہیں اس امانت کی حفاظت اور تربیت قوم کا فرض ہے جو قومیں یتامیٰ کی حفاظت نہیں کر سکتیں وہ بڑی جلدی صفحہ ہستی سے ناپید ہو جاتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی کا ارشاد گرامی ہے۔

من ترک مالا فھو لورثتہ ومن ترک کلاً او ضیاعاً فھو علیّ والیّ۔ کلاً اور ضیاعاً کی ذمہ داری یتامیٰ ہی کی تربیت کا ایک طریقہ ہے۔ یتامیٰ نے قوموں کے خشک سوتوں کو لہلہاتے کھیتوں کی شکل دے دی۔ یتامیٰ کی خدمت اور تربیت کا سامان کیجیئے اللہ تعالیٰ آپ کی مشکلوں کو حل فرمائیں گے۔

محتاج خانے اسلام نے سوال کو عام حالات میں حرام فرمادیا تھا۔ چند ایک موقع پر سوال کی اجازت فرما کر ارشاد ہوا۔ ماسوی ذلک یا قبیصۃ سحت یاکل صاحبہ سحتا (الحدیث)

حضرت قبیصہ رضؓ سے فرمایا کہ ان مواقع کے سوا اگر کوئی مانگتا ہے تو وہ حرام سے اپنا پیٹ پُر کر رہا ہے۔ لیکن آج یہ حال ہے کہ لاکھوں کی تعداد میں مسلمانوں نے مانگنا پیشہ بنا لیا ہے حکومت کا فرض ہے کہ گداگری کو قانوناً رد کرے آپ کا فرض ہے کہ مستحق یعنی اپاہج، اندھے، لنگڑے محتاجوں کے لیئے محتاج خانے کھول کر ان کے لیئے آبرومندانہ طور پر خوراک کا انتظام فرمائیں۔ ان محتاج خانوں میں مختصر سی تعلیم بقدر ضرورت

صنعت و حرفت جاری کریں پھر دیکھیں اس کے کیا نتائج ظاہر ہوتے ہیں۔

دینی مدارس یہ خدمت دین کا بہترین اور پُرسکون طریقہ ہے لیکن ہماری بدنصیبی ہے کہ چھوٹے چھوٹے مدارس کاروباری انداز اختیار کر گئے ہیں۔ یقیناً عوام بڑے خلوص سے اس میں حصہ لیتے ہیں۔ لیکن ذمہ دار حضرات کا کام کہاں تک درست ہے؟ اس پر علماء کرام اور درس گاہوں کے ذمہ دار حضرات کو بڑی دیانت داری سے سوچنا چاہیئے۔ عوام اعتماد کی وجہ سے ممکن ہے محاسبہ نہ کریں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے محاسبہ سے بچنا مشکل ہے۔

وقت کی ضرورت یہ چھوٹے چھوٹے مدارس علم اور دین کی خدمت کے لحاظ سے تو واقعی قابل قدر ہیں۔ لیکن وقت کی ضرورت کے لیئے یہ کوئی مفید نتیجہ نہیں پیدا کر سکتے۔ شیخ الکل استاذ الاساتذہ حضرت مولانا سید نذیر حسین صاحب قدس اللہ رُوحہ و نور ضریحہ ا نے اپنی قوت قدسی سے علم کی ایک بساط بچھائی تھی جسے وقت کی گردش نے قریب قریب لپیٹ دیا ہے۔ میاں صاحب کے تلامذہ سے مشرقی اور مغربی پاکستان میں شاید کوئی قابل ذکر آدمی موجود ہو۔ ان چھوٹے مقامی مدارس کی وجہ سے کوئی اہم اور بڑی درسگاہ یعنی دارالعلوم یا جامعہ کی تاسیس جماعتی سطح پر عمل میں نہ آسکی۔ اس لیئے ہم ایک علمی تشنگی محسوس کر رہے ہیں۔ اب وقتی اور مختصر درسگاہیں وقت کی ضرورت کو پورا نہیں کر سکیں گی بلکہ ان سے مزید تشنگی بڑھے گی۔ ان سے جامع عالم پیدا نہیں ہو سکیں گے۔

ضرورت ہے کہ اچھے مدرس، خطیب، مصنف، مناظر اور

سنجیدہ قسم کے راسخ العلم علماء پیدا ہوں تاکہ یہ تشنگی ختم ہو سکے لیکن ہماری یہ درسگاہیں جو کام کر رہی ہیں یہ مستقل تشنگی اور استسقاء ہیں۔ اللھم احفظنا من خزی الدنیا والآخرۃ۔

تعلیم کو منظم ہونا چاہیئے۔ چھوٹی درس گاہوں کا تعلق بڑی جامعہ یا کلیہ سے ہونا چاہیئے۔ نصاب میں توازن ہونا چاہیئے۔ طلبہ کی نقل و حرکت پر پابندی عائد ہونا چاہیئے۔ سرٹیفکیٹ کے سلسلہ سے انہیں پابند کر دینا چاہیئے صحیح طور پر تو یہ نظام اس وقت چل سکتا ہے کہ حکومت اس ذمہ داری کو عقیدت اور ہمدردی کے جذبات سے سنبھالے جو سردست مشکل ہے۔ اس وقت ہم جہاں تک اخلاقی طور پر باہم تعاون سے کر سکتے ہیں کریں۔ اہل حدیث درس گاہیں اسی طرح دوسری جماعتیں بھی اسی نہج پر کام کریں امید ہو سکتی ہے کہ کسی وقت یہ نظام مرض جہالت اور دین سے بے خبری کا صحیح علاج ثابت ہو۔

حضرات معاف فرمایئے گا۔ میں نے آپ کا بہت زیادہ وقت لے لیا۔ آخر میں میں منتظمین جلسہ کا شکر گذار ہوں کہ آپ نے ان پراگندہ خیالات کو بڑے سکون سے سنا۔ اب میں اپنی گذارشات ختم کر رہا ہوں اور اللہ کا نام لے کر اس مبارک کانفرنس کے افتتاح کا اعلان کرتا ہوں۔ اللہ رب العلمین آپ کی مبارک مساعی کو کامیاب فرمائیے جس مقصد کے پیش نظر آپ جمع ہوئے ہیں اس کو کامیاب بنانے کی کوشش فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات کی توفیق مرحمت فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد خاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ۰

خطبہ صدارت

جو

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب رحمہ امیر مرکزی جمعیت اھلحدیث مغربی پاکستان نے برموقعہ دوسری سالانہ کانفرنس جمعیۃ اھلحدیث ضلع لائلپور منعقدہ بمقام ماموں کانجن بتاریخ ۲-۳-۴/ اکتوبر ۱۹۶۴ کو ارشاد فرمایا۔

الاعتصام
شمارہ نمبر ۱۰ جلد نمبر ۱۶
۲ جمادی الثانی ۱۳۸۴ھ مطابق ۹/ اکتوبر ۱۹۶۴ء

سبحان الذی انزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلاً من اللہ و رضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود۔ تری کل واحد منھم داعیا الی اللہ وسراجا منیرا اللھم صل علیہ وسلم وعلی آلہ ورفقتہ واتباعہ ونور بھم اقطار الارض وزوایاھا، یامن کنت سمیعًا بصیرًا۔

احباب کرام! آج مَیں جس ماحول میں آپ کے سامنے

چند گذارشات کے سپئے کھڑا ہوں مجھے اس ماحول سے دیرینہ انس ہے۔ سنہ ۱۹۱۲ء یا اس کے پس و پیش حضرت الاستاذ الامام حافظ عبدالمنان صاحب محدث وزیرآبادی کی معیت میں پہلی دفعہ اس علاقہ میں آیا تھا۔ یہاں کی بدوی زندگی، سادہ طریق رہائش، چہروں پر آثار سجود کے ساتھ خوشنما سبزہ دیکھ کر پوری عرب زندگی کا نقشہ سامنے آجاتا تھا۔ میری عمر اس وقت بارہ تیرہ سال کی ہوگی لیکن حضرت الاستاذ ان اطراف کے دینی ماحول سے بہت متاثر تھے میں خود اس ماحول کو اپنے علاقہ سے کافی مختلف سمجھتا تھا۔

آج پچاس سال کے بعد میں دیکھتا ہوں وہ ماحول کافی بدل چکا ہے۔ انگریزی تہذیب نوجوان پود پر اپنا اثر جما چکی ہے۔ چہروں کی تراش میں تصنع آچکا ہے خوشنما سبزہ سیفٹی ریزر اور استروں کی نذر ہوگیا ہے اس مقدس فصل کی پوری آمدن پر نائی اور حجام قابض ہیں چہرے بدنما اور بھدے نظر آرہے ہیں۔ سفید اور نورانی چہروں پر بالوں کی سیاہ کھونٹیاں مسلسل سیاہ کاریوں کی نشاندہی کررہی ہیں روشن ماضی، حال اور مستقبل کو یاس بھری نگاہوں سے دیکھ رہا ہے ؎

کل کے مقبول آج ہیں مردود
ہائے اس دور انقلاب کے رنگ

اس تباہی خیز لادینی انقلاب کے باوجود روشن ماضی کے کچھ آثار دیکھتا ہوں آج بھی کافی چہرے محراب اور سبزہ کی رونق سے منور ہیں۔ اللھم کثرا مثالھم۔

اپنی قسم کے نمائشی اور کاروباری علمی سندوں کے ساتھ ساتھ میاں باقر صاحب اور صوفی عبداللہ صاحب ایسے مخلص، خداخوف اور خاموش کارکن میری نظر میں ہیں جن کے اخلاص اور محنت سے

یہاں دینی علوم کے کچھ چشمے جاری ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ریاکار، جو فروش اور طامع حضرات کی غلط نگاہوں سے بچائے۔

توحید و سنت کی اشاعت

پہلے بزرگوں کے اخلاص اور برکت سے ان علاقوں میں توحید و سنت کی اشاعت ہوئی۔ نہر کے پانی نے یہاں بنجر زمینوں کو سبزہ زار بنا دیا اور توحید و سنت کی مسلسل اور پیہم بارشوں نے دلوں کی ویران بستیوں کو بقعہ نور بنا دیا اب زمینوں کو سیم اور تھور برباد کر رہا ہے اور قلوب و ارواح کی نو آبادیوں پر لادینی تہذیب، مغربی تعلیم اور ایشیا کے غیر اسلامی نظریات یورش کر رہے ہیں اور یہ اثرات ایوان حکومت سے شروع ہو کر محراب و منبر تک پہنچ رہے ہیں۔ بابو، چودھری اور مولانا سب کے ذہن اس تاثر سے احساس کمتری میں مبتلا ہیں خدا ہی جانتا ہے کہ اس ہنگامۂ استخیز میں فتح کس کو ہو گی اور شکست کس کے نصیب میں۔ دینی ماحول کے باوجود ہمارے نوخیز علماء شعوری یا غیر شعوری طور پر لادینیت کا شکار ہو رہے ہیں ؎

اما الخیام فانھا کخیامھم
وارٰی نساء الحی غیر نسائھا

مسلک اہلحدیث

حضرات! ہر زمانہ کے اہل علم نے اسلام یا قرآن و سنت کی تعبیریں اپنے مذاق اور ماحول کے مطابق فرمائی ہیں ہم ان تعبیرات کو غیر اسلامی نہیں سمجھتے ان بزرگوں کی یہ مساعی حق و صداقت کی جستجو کے لیئے تھیں مگر ائمہ حدیث کی تعبیر ان میں صحیح ترین تعبیر تھی۔ یہ حضرات ذہنی آوارگی اور جمود دونوں سے محفوظ تھے۔ ان کے طریقہ اجتہاد میں نہ تو آوارگی تھی جس کے نتیجہ میں اعتقادی اور عملی بدعات

ذہن کو ماؤف کر دیں۔ اور نہ جمود و تقلید اس طرح محیط کہ اجتہاد اور تفقہ فی الدین کے سرچشمے باد سموم کی نظر ہو جائیں۔

آج ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ ملک میں ایک گروہ کی عقل پرستی اور دراز دستی اس قدر بڑھ رہی ہے کہ وہ صاحب وحی کو بھی یہ حق نہیں دیتے کہ وہ اپنی وحی کا مطلب سمجھ سکے یا سمجھا سکے۔ وہ اپنی کوتاہ نظریوں کے باوجود قرآن اور دین پر مخالفانہ قبضہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس جسارت کا یہ عالم ہے کہ وہ سنت کے مستند ذخائر کو طاق نسیان کے سپرد کر دینا چاہتے ہیں ان کا خیال ہے اگر قرآن اور دین ہماری رہنمائی میں زندہ رہنا چاہے تو اسے زندگی کا حق ہے ورنہ اسے دنیا میں زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں الفاظ بے شک قرآن کے ہوں مگر تشریحات اور تشریعات ہماری ہوں گی۔

دوسرا گروہ قدماء اہل علم کے علمی آثار سے اس قدر مرعوب ہے کہ وہ کتاب و سنت کے فہم میں ان بزرگوں کے آثار کو حق و باطل کا معیار سمجھتا ہے اور اس تقلید و جمود کو اسلام اور اس کی تعلیمات کی حفاظت کا ضامن سمجھتا ہے اور اس پر یہ تاکید کہ ان بزرگوں سے کسی ایک کے ساتھ اپنے آپ کو کلیتہً وابستہ رکھو۔ ان کے علوم سے مجموعی طور پر استفادہ کی بھی اجازت نہیں دی جاتی دراصل پہلی آوارگی بھی اسی جمود کا نتیجہ ہے۔

مسلک اہلحدیث نہ اس جمود کو پسند کرتا ہے اور نہ وہ آوارگی اس کے مزاج سے سازگار ہے۔ صحابہ رضؓ کے فتوے اور اس دور کی وسعتیں ہمارے سامنے ہیں اکابر اور مجتہدین صحابہ سے کسی کے ساتھ شخصی وابستگی نہ اس وقت تھی نہ آج کل ضروریات کے لیئے موزوں اور مناسب ہے اور اس کی اشاعت کے لیئے آج سے بہتر وقت

شاید ہی مل سکے۔

تبلیغ کا انداز صدیوں سے مسلک اہلحدیث اپنوں اور پرائیوں کی زبانوں پر ہے نہ سمجھانے میں کوئی کمی رہی نہ سمجھنے میں کوئی دقت اب تک ہے اگر کوئی نہیں سمجھا سکا تو یہ فہم کا نقص نہیں یہ ارادوں کا نقص ہے جب کوئی سمجھنا ہی نہ چاہے تو اسے کون سمجھائے۔ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ۔ جب بہرے منہ پھیرلیں تو تم قطعاً نہیں سُنا سکتے۔

مجھے تعجب ہے کہ ہمارے مبلغ حضرات تین تین گھنٹے دفع شبہات اور رفع شکوک میں صرف فرما دیتے ہیں۔ کئی کئی دن ان اخفش کی بکریوں کو سمجھانے میں ختم ہو جاتے ہیں اور وہ سر ہلا کر چلی جاتی ہیں۔ اب تبلیغ کے انداز اور آپ پر اتہامات لگائے جاتے ہیں تو لگانے دو اس سے کچھ نہیں بگڑتا ہے

خلق مے گوید کہ خسرو بت پرستی مے کند
آرے آرے میکنم باخلق و عالم کار نیست

ہم کیا ہیں؟ یہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ حق پسند لوگ جانتے ہیں اور اگر کچھ لوگ نہیں سمجھ سکے تو وقت آئے گا وہ بھی سمجھ جائیں گے آپ پہلے اپنے اخلاق سنوارئیے عزیز و اقارب، احباب اور رفقا کی اصلاح فرمائیے یہ بہرے خود سمجھنے لگیں گے۔ صلح حدیبیہ نے کس قدر اوہام کا خود بخود ازالہ کر دیا۔ اس لیئے ہمارے مبلغین کو اب عذر خواہی کی عادت بالکل ترک کر دینی چاہیئے عوام کی خدمت کا جذبہ پیدا فرمائیے۔ محتاجوں کی امداد کیجئے بیماروں کے علاج کی کوشش کیجئے۔

نادار، مفلوک الحال، سفید پوش ملک میں ان کی بڑی تعداد موجود ہے ان کی مدد فرمائیے آپ کے ملک میں مشنری اس انداز

سے کام کر رہے ہیں ۔

مفید لٹریچر بحث اور مناظرات کا دور گذر چکا ۔ اب اس کی افادی حیثیت مشتبہ ہے آپ اب سنجیدہ اور مدلل لٹریچر شائع فرمائیے جسے لوگ گھروں میں بیٹھ کر سکون سے پڑھیں وہ دلوں پر اثر کرے مفید لٹریچر بڑی موثر قوت ہے آپ اس سے دماغوں میں انقلاب پیدا کر سکتے ہیں اذہان کو درست کر سکتے ہیں ۔ نواب صدیق حسن خاں ، مولانا حافظ محمد لکھوی ، مولانا عبدالستار فیروز پوری کی تصانیف نے ہزاروں افراد کے عقیدے درست کر دیئے نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سینکڑوں کتابیں لکھیں ۔ ان میں بعض کتابیں ضخامت کے لحاظ سے کئی کئی جلدوں میں شائع ہوئی ہیں فتح البیان ، ترجمان القرآن ، دلیل الطالب الی ارجح المطالب ، الحطہ ، منہج الوصول وغیرہ بڑی قیمتی کتابیں ہیں جن سے اسلام کو بے حد فائدہ پہنچا آج ہم ان جواہر پاروں کی اشاعت سے معذور رہیں بعض غیر مفید کتابیں ملک میں شائع ہو رہی ہیں مگر ان جواہر پاروں سے اغماض کیا جا رہا ہے مسلک کی صحیح ترجمانی کے لحاظ سے معیار الحق مؤلفہ حضرت شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین صاحب اور الارشاد مولانا ابو یحییٰ شاہجہانپوری اور حسن البیان مؤلفہ مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی کی اشاعت وقت کا تقاضا ہے ۔ عون المعبود عرصہ سے ناپید ہے اس بے نظیر شرح کی اشاعت اس وقت جماعت پر فرض ہے تحفۃ الاحوذی کی اشاعت مصر میں ہو رہی ہے مگر عون المعبود کی سعادت معلوم نہیں کس صاحب دل بزرگ کو حاصل ہوتی ہے ان کتابوں کی اشاعت جماعت کی طرف سے کاروباری انداز سے ہونی چاہیئے تاکہ محفوظ رہے مفت کی چیزیں عموماً ضائع ہو جاتی ہیں ۔

نواب صدیق حسن خاں کے بعد جلالۃ الملک عبدالعزیز بن سعود رحمۃ اللہ علیہ کا موقف دینی کتابوں کی اشاعت میں صد ہزار تحسین کا مستحق ہے اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو رحمت سے بھرے اور ان کی اولاد بھی مرحوم والد کی طرح دینی کتابوں کی اشاعت کے سلسلہ میں مبارکباد کی مستحق ہے۔ مگر جماعت اہلحدیث کا اس معاملہ میں عرصہ سے سکوت بلکہ ہے تو بھی قابل شکایت ہے۔

چند مکاتب اپنی بساط کے مطابق کام کر رہے ہیں ان کا کام قابل تعریف ہے اور ذاتی ہونے کے ساتھ مزدورت کے لحاظ سے بہت کم ہے مزدورت ہے کہ اہل علم اور دانش مند حضرات مل کر اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔

مرکزی جمعیۃ اہل حدیث

جمعیۃ کے ارباب حل و عقد جماعت میں نظم کے لیئے کئی سال سے کوشش کر رہے ہیں جمعیۃ کی قیادت کئی سال تک حضرت مولانا سید محمد داؤد صاحب غزنوی فرماتے رہے جماعت کا نظام شورائی انداز سے مرتب فرمایا گیا ہے چند سالوں میں جمعیۃ نے قابل تعریف کام کیا سینکڑوں شہری ضلعی جماعتیں جماعت سے تعاون کر رہی ہیں جو بحمداللہ روز بروز رو بہ ترقی ہے۔

اختلاف رائے دنیا میں ہمیشہ رہا ہے مگر اس میں تعریض اور مخالفت کی بو نہیں ہونی چاہیئے۔ جمعیۃ کے نظام میں اندرونی اور بیرونی طور پر بعض احباب کو اختلاف ہے مگر آپ اگر اس اختلاف کی تاریخ ملاحظہ فرمائیں گے تو آپ یقین فرمائیں گے کہ یہ اختلاف کسی اصل پر مبنی نہیں بعض احباب نے اپنے ذاتی وقار کی بنا پر اختلاف فرمایا ہے بعض جگہ اختلاف برائے اختلاف ہے جس کے پیچھے کچھ مقصد نہیں اور میرے مختصر تجربہ میں کچھ ایسے مخلص دوست ہیں جن کی طبیعت کے خمیر میں

اختلاف ہے اور دوستوں کے متعلق بدگمانیاں ان کا سرمایۂ زندگی ہے۔ اختلاف اور باہم آویزش کو ہوا دینے میں مخلص ہیں ان کی زندگی کا وظیفہ بھی یہ ہے کہ لڑنے کے لیئے مواقع پیدا کرتے رہیں اور بہترین صلاحیتوں کو اس کام میں بے کار صرف کرتے رہیں۔ خود کچھ کریں نہ دوسروں کو کرنے دیں۔ میری تمام دوستوں سے عاجزانہ استدعا ہے کہ وہ ذاتیات سے بالا ہو کر جمع کلمہ کی کوشش کریں۔ اور اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق جماعت کے لیئے کام کریں۔ اپنی زندگیوں اور صلاحیتوں کو جماعت اور اسلام کی سربلندی کے لیئے صرف کریں اس میں آپ کی عزت ہوگی۔ دنیا میں آپ سربلند ہوں گے۔ آخرت میں یہ خدمت آپ کے لیئے نجات کا ذریعہ ہوگی اللہ تعالیٰ سب کو اخلاص، حسن عمل اور اصلاح بین المسلمین کی توفیق مرحمت فرمائے۔

نظامِ تعلیم اور اس کا طریقِ کار

ملک میں دینی مدارس کی کافی تعداد موجود ہے ان میں چند مدارس اچھی خدمت سر انجام دے رہے ہیں۔ مگر ہماری ہونے والی پود اور ہمارے مدارس کے نو آموز نوجوان تعلیمی انتشار اور بدنظمی کا شکار ہو رہے ہیں وہ دیہات میں چھوٹے چھوٹے مدارس کھول رہے ہیں جن کا نہ صرف یہ کہ ربط نہیں بلکہ رقابت ہے باہم آویزش ہے تعلیمی ترقی کی بجائے یہ مدارس معاشی جنگ کی آماجگاہ بن چکے ہیں یہ حضرات جماعت کی جیب پر بوجھ ہیں اور باہم رقابت اور بدنظمی کی وجہ سے مضر ثابت ہو رہے ہیں۔

ان میں کوئی باقاعدہ نصاب نہیں طلبہ کی نقل و حرکت پر کوئی پابندی نہیں مدارس تعلیم کے بجائے آوارگی کی درسگاہیں بن گئی ہیں سال ہا سال صرف کرنے کے باوجود جو لوگ یہاں سے فارغ التحصیل ہو کر نکلتے ہیں وہ ملت کے لیئے کوئی مفید خدمت سرانجام نہیں دے سکتے بلکہ

بسا اوقات انتشار اور تفریق بین المسلمین کا موجب بنتے ہیں۔

حضرات علماء اور علاقہ کے با اثر لوگوں سے میری استدعا ہے کہ ایسے مدارس کو نظم کا پابند کریں اور اس تعلیمی انتشار کو روکنے کی کوشش کریں۔

ذہین اور معاملہ فہم طبقہ پہلے ہی دنیوی تعلیم کے لیئے کالجوں اور سکولوں کی طرف دوڑ رہا ہے اگر چند سے ہم نے ان نقائص کی اصلاح نہ کی تو تعجب نہ ہوگا کہ آپ کے یہ مدارس خالی ہو جائیں آپ دنیا کو نہیں چھوڑیں گے مگر دنیا آپ کی رفاقت سے دست کش ہو جائے گی۔ جس قیمت پر ہو سکے ایسی تعلیمی بدنظمی اور انتشار کو دور کرنے کی کوشش فرمائیں۔

پریس کی ضرورت

اس وقت دنیا میں پریس کی بادشاہت ہے حکومتیں پریس سے گھبراتی ہیں، پریس کی خدمات سے استفادہ کرتی ہیں اپنے مقاصد اور کتاب و سنت کی اشاعت کے لیئے ایک مضبوط پریس کی ضرورت ہے۔ ہمارے ہاں یہ میدان بالکل خالی ہے نہ اچھا لکھنے والے ملتے ہیں نہ کوئی اخبار موجود ہے جو بے لاگ لکھے، تنقید کرے اور ملک کی رہنمائی کرے۔ کتاب و سنت کی اشاعت اور ملک میں اسلامی دستور کی اشاعت کے سلسلہ میں معاون ثابت ہو۔

ضرورت ہے کہ ہمارے اہل علم قلم ہاتھ میں لیں اچھی زبان لکھیں اور عوام کی سیاسی، دینی اور اخلاقی تربیت کریں یہ عظیم الشان خدمت ہوگی۔

باہم آویزشوں، لڑائیوں اور رقابتوں کو چھوڑیئے اور اپنی افتاد طبیعت کے مطابق ملت کی خدمت کے لیئے میدان میں آئیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ارادوں میں اخلاص اور آپ کی ہمتوں میں برکت پیدا

کرے۔

حضرات میں نے آپ کا وقت لیا اور جو خیال میں آیا الٹا سیدھا کہہ گیا۔ خذ ما صفا ودع ما کدر۔ کے اصول پر عمل فرماتے ہوئے اچھی چیزوں کو دماغ میں جگہ دیں اور میری لغزشیں معاف فرمائیں سے

من ذا الذی ما ساء قط
ومن له الحسنیٰ فقط

میں تمام منتظمین جلسہ اور رضاکار حضرات اور عام حاضرین کا شکر گذار ہوں انہوں نے میرے پریشان خیالات کو سکون سے سنا۔

آخر میں گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ۔

جماعت کے نظم کو مضبوط کریں۔ تعلیم میں ربط پیدا کریں۔ انتشار پسند حضرات سے گذارش کریں کہ وہ للہ امت کو معاف فرمائیں اور اپنے لیئے کوئی راہ عمل تجویز کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توحید و سنت پر استقامت اور مسلک سلف کے اتباع کی توفیق دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

(انتہیٰ)